

کیا؟ مہاجرین حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام قبول کرنے سے بہت خوش ہوئے اور انھیں یہ خبر سن کر اپنے مالوف وطن ام القریٰ مکہ معظمہ جانے کا شوق پیدا ہوا۔ بیت اللہ کی زیارت اور اپنے پیاروں کو ملنے کے شوق نے انھیں مجبور کیا، وہ واپس روانہ ہوئے، ان کے دل امید و امنگ سے دھڑک رہے تھے اور خاص طور پر مہاجر خواتین کی سردار سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل ایمان کے دل میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق موجزن تھا۔

جب مہاجر واپسی پر مکہ معظمہ کی بالائی حدود میں پہنچے تو وہ ایک قافلے کو ملے۔ ان سے قریش، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان پہلے کی نسبت عداوت میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ مہاجرین یہ بات سن کر وہاں ٹھہر گئے آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ وہ واپس حبشہ چلے جائیں یا مکہ میں داخل ہوں؟ لیکن دلوں میں بیت اللہ کو دیکھنے کا شوق تھا، اپنے پیاروں کو ملنے کا اشتیاق تھا۔ وہاں سے مکہ صرف ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا، انھوں نے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ اب وہ مکہ میں داخل ہونگے، اپنے رشتہ داروں اور احباب سے ملیں گے۔ ہم قریش کی تازہ ترین صورت حال کو دیکھیں گے پھر اگر حالات ناسازگار ہوئے تو واپس حبشہ چلے جائیں گے۔ وہ چھپ چھپا کر ڈرتے ہوئے اور اس بات پر نگاہ رکھتے ہوئے داخل ہوئے کہ کہیں قریشی انھیں دیکھ نہ لیں، ہر کوئی اپنے احباب کے پاس چپکے سے پہنچ گیا۔ سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے گئے، گھر میں جو بھی موجود تھے وہ واپس آنے والوں کے استقبال کیلئے دروازوں کی طرف لپکے۔ سب سے زیادہ خوشی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو تھی کہ انھیں اپنے ابا جان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور اپنی امی جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملنے کی سعادت حاصل ہو رہی تھی۔ اس سہانی رات میں حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سیدہ خدیجہ ام کلثوم، فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور جو بھی خانہ نبوی میں موجود تھا، سب بڑے غور سے حبشہ میں مسلمانوں اور نجاشی کے درمیان پیش آنے والے حالات کو غور سے سننے لگے۔ نجاشی نے جس گرم جوشی سے ان مہاجرین کا استقبال کیا اس سے بھی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا گیا اور پھر اس رات میں مکہ میں کن حالات کے پیش نظر آنا پڑا اس کا بھی پتہ چلا۔ سفر میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا بھی علم ہوا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حبشہ کی طرف واپسی

قریش کو مہاجر اہل ایمان کی حبشہ سے واپسی کا پتہ چلا تو وہ انھیں پہلے سے بھی زیادہ

تکلیفیں دینے لگے، ان کی دشمنی تمام اہل ایمان کے ساتھ تھی، اس سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بے چینی میں مبتلا ہو گئے، باوجود یہ کہ وہ اپنے رب کی جانب سے نور ہدایت پر گامزن تھے، قرآن نازل ہو رہا تھا جس کی وجہ سے ان کے ایمان میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ قریش نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے، ان میں سے بعض کو تو اتنی سزا دی گئی کہ انکی موت واقع ہو گئی اور ان میں سے بیشتر ایسے تھے جن کی کوڑوں سے چھڑیاں ادھیڑ دی گئیں۔ لیکن انھوں نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔ لیکن مشرکین کی عداوت اور حرص میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ فاجر و کافر مسلمانوں کو سخت ترین سزائیں دینے لگے، ان کا مذاق اڑانے لگے ان کیلئے مکہ میں عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے قریشی رشتہ داروں کی طرف سے انتہائی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ظَلُمَ ذَوِي الْقُرْبَىٰ أَشَدُّ مَضَاضَةً

عَلَى الْمَرْءِ مِنْ وَقْعِ الْحُسَامِ الْمُهَنْدِ

”رشتہ داروں کا ظلم انسان میں زیادہ جلن پیدا کرتا ہے، ہندوستانی لوہے کی تلوار کے

زخم سے بھی بڑھ کر۔“

لیکن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صبر کیا اور ان کے ساتھ ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مشرکین کی جانب سے ایذا رسانی کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ اہل ایمان کی ایذا رسانی میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اضافہ ہو گیا، وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت لینے کیلئے پھر حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حبشہ کی طرف پہلی ہجرت اور اب دوسری ہجرت آپ ہمارے ساتھ تشریف نہیں لے جا رہے۔ نہ پہلے گئے اور نہ اب جانے کا ارادہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مہاجر الی اللہ اور مہاجر الی الرسول ہو، تمہیں بیک وقت دو ہجرتوں کا اعزاز مل رہا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ ہم بیک وقت اللہ اور آپ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت اختیار کی۔ یہ مہاجرین کا قافلہ تقریباً ۸۳ افراد پر مشتمل تھا۔ سیدہ رقیہ دختر

رسول ﷺ کو آپ کی تمام بیٹیوں میں یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اس اکیلی کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پھر انھیں دو ہجرتیں کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔^① یہ ان خوش نصیبوں کا مقدر اور فضل و شرف ہے جو اپنے رب کی مغفرت اور رضاء کی طرف تیزی سے پلٹے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

((هَاجَرَتْ مَعَهُ إِلَى الْحَبْشَةِ الْهَجْرَتَيْنِ جَمِيعًا))^②

”سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی۔“

ان دونوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((انَّهُمَا لَاوَلٌ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللَّهِ بَعْدَ لُوطًا))^③

”لوط علیہ السلام کے بعد ان دونوں (میاں بیو) نے سب سے پہلے اللہ کی طرف ہجرت کی۔“

انساب الاشراف میں یہ مذکور ہے:

((انَّهُمَا لَاوَلٌ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللَّهِ بَعْدَ إِبْرَاهِيمَ وَلُوطًا))

”وہ دونوں ابراہیم اور لوط علیہ السلام کے بعد پہلے ہیں جنہوں نے اللہ کے لیے ہجرت

اختیار کی۔“^④

مسلمان حبشہ میں اس کے حکمران نجاشی کی نگرانی میں رہے۔ یہاں تک کہ قریش نے اپنی طرف سے ایک وفد نجاشی کی طرف بھیجا اور انھوں نے اپنی جانب سے کئی دنیاوی وسائل اس کی خدمت میں پیش کر کے اسے ورغلا یا کہ وہ اپنی سرزمین سے مسلمانوں کو نکال دے اور انھیں قریش کی طرف لوٹا دے لیکن اس نے ان وسائل کو حقارت کی نگاہ سے ٹھکرا دیا۔ جس کی بناء پر وفد مکہ کی جانب اپنا سامنہ لے کر ناکام واپس ہوا۔ ادھر نجاشی نے مسلمانوں کی حد درجہ عزت و تکریم کی، ان کے حسن سلوک میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو گیا اور اس حسن سلوک پر ام

① تفسیر القرطبی (۴/ ۲۴۲)، المواہب اللدنیۃ (۲/ ۶۱)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/ ۲۵۱)، اسدا لغابۃ (۶/ ۱۱۵)۔

③ الاصابۃ (۴/ ۲۹۸)، المعارف (ص: ۱۹۲)۔

④ انساب الاشراف (۱/ ۱۹۹)۔

المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تبصرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:
 ((فَكُنَّا عِنْدَهُ فِي خَيْرِ مَنْزِلٍ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَهُوَ فِي
 مَكَّةَ)) ①

”ہمیں اس کے پاس بہترین رہائش میسر آئی یہاں تک کہ ہم مکہ مکرمہ میں رسول
 اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔“

مکہ مکرمہ کی طرف واپسی اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں حبشہ میں رہیں، دونوں میاں
 بیوی امن و سکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ اس طرح دوسرے مہاجرین بھی
 پر امن انداز میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہے البتہ ان سب کے دل بیت اللہ کی زیارت
 اور اپنے احباب کی ملاقات کیلئے مشتاق تھے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو
 ملنے کا بہت شوق تھا۔ ادھر خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی مکہ معظمہ میں اپنی بیٹی کو دیکھنے کیلئے بے تاب تھیں۔
 سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تصور میں بھی یہ نہیں تھا کہ ہم پر ایسا وقت بھی آجائے گا کہ بیٹی وطن سے
 دور جانے پر مجبور ہوگی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں ان کی دلی تمنا تھی کہ زندگی میں ایک مرتبہ
 اپنی بیٹی کو دیکھ لیں۔ انھیں اس کا بہت دلی شوق تھا، وہ اپنی بیٹی کی خوشبو محسوس کر رہی تھیں۔ وہ
 یہ محسوس کر رہی تھیں کہ عنقریب ملاقات ہونے والی ہے لیکن افسوس، ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے جگر
 گوشے کو دیکھے بغیر ہی دنیا سے چل بسیں۔ اسی انتظار میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور
 اس نے اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیکھا۔

مہاجرین مرد و زن حبشہ میں مکہ کی طرف واپسی کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ خبریں انھیں
 مل رہی تھیں کہ مکہ معظمہ میں بڑی کثیر تعداد میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں، انکے دلوں
 میں مکہ معظمہ واپس آنے کا اور زیادہ جوش و ولولہ پیدا ہو گیا، جن لوگوں پر شوق غالب آیا وہ مکہ
 معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے، ان کے آگے آگے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ مکہ
 معظمہ میں پہنچ کر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ماں باپ کے بارے میں پوچھا۔ ان کی دو بہنوں ام
 کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما نے استقبال کیا اور انھیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ واپس آنے والے
 مہاجرین کی ملاقات کیلئے گئے ہیں۔ اور دونوں نے دل پر پتھر رکھ کر انھیں اپنی پیاری والدہ

ماجدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے کی خبر دی۔ جب رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی والدہ صدیقہ کائنات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہوا تو بہت زیادہ غمگین ہوئیں اور اپنے حزن و ملال کا شکوہ اللہ علیم وخبیر کے حضور پیش کیا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان ﷺ، اپنے خاوند عثمان رضی اللہ عنہ اپنی دونوں بہنوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ گھر میں مانوس ہوئیں جبکہ ان کی تیسری بہن زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابو العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو مکہ میں رہتے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ اس دفعہ بھی وہ اور ان کے خاوند مہاجرین کے آگے آگے تھے اور وہاں جا کر ان انصار کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ جن کے فضل و کرم اور جو دوسخا کی اللہ نے بھی تعریف کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ﴾ (الحشر: ۹/۵۹)

”یہ انصار ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دے دیا جائے اس کی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔“

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فضل و شرف اور عظمت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نور چشم اور دو ہجرتوں کا اعزاز پانے والی ہیں۔

بہتر انجام

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اہل ایمان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی اور وہاں پہنچ کر خواتین اہل بیت میں ایک اہم مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ خواتین نے جب ان کے اعلیٰ و ارفع فضائل و محاسن کے بارے میں سنا تو انھیں خوش آمدید کہا جب ان خواتین نے ان کے صبر و تحمل اور حبشہ کی طرف ہجرت کا سنا تو وہ دنگ رہ گئیں۔ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شاد کام تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صلہ رحمی کرتے تھے۔ وہ حبیب کبریٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ آپ کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کے حکم کی تعمیل کرتے، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سب لوگوں سے

بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی بجا آوری کرتے، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ابا جان ﷺ اور اپنے خاوند سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا قرب حاصل تھا لیکن بیماری نے اس کو نہ چھوڑا،^① انھیں خسرے کی بیماری لاحق ہوئی جس نے انھیں بستر پر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔ یہ واقعہ ان دنوں میں پیش آیا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ لڑنے کیلئے مقام بدر کی طرف روانگی کا حکم دے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی خاطر گھر پر رہنے کا حکم دیا تو انھوں نے ان کے حکم پر تسلیم خم کر دیا اور بخوشی اپنی بیوی کی تیمارداری کی خاطر گھر پر رہے۔ وہ اپنی وفا شعار، صبر و تحمل کی پیکر رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اپنی سلیقہ شعار بیوی کے پاس بیماری کی وجہ سے رہے۔^② جب بیماری شدت اختیار کر گئی اور موت کا شکنجہ سامنے دکھائی دینے لگا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان کے ڈھکے ہوئے چہرے کو اشک آلود آنکھوں سے دیکھنے لگے، درد و الم کا اظہار ان کے حلق سے نکلنے والی آہ سے ہو رہا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ذہن میں دور کی یادیں چکر لگا رہی تھیں۔ انھوں نے چشم تصور سے دیکھا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حبشہ میں ایسی باتیں کر رہی ہیں جن سے سننے والے سرور حاصل کر رہے ہیں، دلوں میں امیدیں پیدا ہو رہی ہیں۔ وہ حاضرین کے سامنے اپنے ابا جان رسول کریم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ ان یادوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غموں کو پھر سے تازہ کر دیا۔ اور ان کے اندیشہ ہائے دروں میں اضافہ کر دیا۔ سب سے زیادہ انھیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں رقیہ رضی اللہ عنہا فوت نہ ہو جائیں۔ ان طرح اس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ختم ہو جائے گا۔ یہ تصور ان کیلئے سوہان روح بنا ہوا تھا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کے ڈھلکے ہوئے چہرے کی طرف دوسری دفعہ دیکھا تو ان کا سکون جاتا رہا، وہ خوف و اضطراب کے ساتھ ملے جلے شدید غم میں مبتلا ہو گئے، پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے سانس اکھڑنے لگے۔ جو اس بات کی دلیل تھے کہ اب ان کا آخری وقت آیا ہی چاہتا ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پر بیماری نے غلبہ پالیا وہ اس کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکیں، ان کی دلی خواہش تھی کہ اپنے ابا جان کی زیارت کریں جو میدان بدر کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور

① الاصابة (۴/ ۲۹۸)، اسد الغابة (۶/ ۱۱۴)۔

② المعارف (ص: ۱۵۳)، مجمع الزوائد (۹/ ۲۱۷)۔

اسی طرح ان کا دل چاہتا تھا کہ وہ اپنی بہن زینب رضی اللہ عنہا کو بھی دیکھے جو ابھی مکے میں تھیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر آنسو بہا رہے تھے اور غم ان کے دل کو نچوڑ رہا تھا۔ وہی پریشانی سے زیادہ ان کے دل کو تکلیف تھی۔ انھیں اس بات کا زیادہ اندیشہ تھا کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے سے ان کا رسول اللہ ﷺ سے نسبی رشتہ ختم ہو جائے گا، وہ رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے اور یہ رشتہ اس وقت تک قائم ہے جب تک سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زندہ ہیں موت قریب دکھائی دے رہی ہے، قریب ہے کہ ان کی پاکیزہ روح پرواز کر جائے اور عثمان رضی اللہ عنہ اکیلے رہ جائیں تنہائی اور غموں سے انھیں دوستی کرنی پڑ جائے۔ ذہن میں یہ خیالات گھوم رہے تھے کہ کیا رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی سفر سے واپسی سے پہلے ہی موت کے منہ میں چلی جائے گی۔ کیا وہ اپنے ابا جان ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھے بغیر ہی دنیا سے کوچ کر جائے گی۔ قریب تھا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غم میں مبتلا ہو کر چکرا کر گر جاتے، لیکن انھوں نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی موت کی مدہوشیاں دیکھ کر صبر کا دامن تھامے رکھا۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہونٹوں پر زندگی کے آخری لمحات میں وہی کلمات جاری تھے جو عام طور پر نیک لوگوں کے ہونٹوں پر رقص کناں ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کی نبض کو خیر باد کہتے ہوئے یہ شہادت دے رہی تھیں:

((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ))

”میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خالق حقیقی کو جا ملیں۔ وہ سب سے پہلے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جا ملیں لیکن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی جبکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات چند سال پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی۔ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کو نہ دیکھ سکی اور اسی طرح رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور وہ اپنے ابا جان ﷺ کو بھی نہ دیکھ سکیں۔ کیونکہ وہ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر میں تھے۔ وہ اللہ کا کلمہ بلند کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے دفن اور جنازے میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو غسل اور کفن دے کر تیار کیا گیا۔ پھر ان کے جسد خاکی کو کندھوں پر اٹھایا گیا اور ان کے جنازے میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غم کی تصویر بنے ہوئے شریک ہوئے۔^① جب جنازہ جنت البقیع میں پہنچا تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو آنسوؤں کی جھڑی میں وہاں

① تفسیر القرطبی (۴/۲۴۲)۔

دفن کر دیا گیا۔ جنازے میں شریک تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ جب رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو دفن کر لوگ واپس ہوئے تو سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی۔^(۱) اس خوشخبری کے سننے والوں میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اپنی وفاء شعار بیوی کے فراق سے نڈھال تھے۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں پہنچ کر جنت البقیع میں گئے اور اپنی بیٹی کی قبر پر مغفرت کی دعاء کی۔ دو ہجرتوں کو حاصل کرنے والی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں فتح و نصرت کی خوشخبری سننے سے پہلے ہی اپنے رب سے جا ملیں لیکن انھیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی سعادت نصیب ہو گئی۔ آخرت میں جنت کامل جانا بڑی خوش نصیبی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر سے ملنے والے مال غنیمت سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی حصہ دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میرا اجر و ثواب؟ آپ نے فرمایا: تم اجر و ثواب میں اہل بدر کے ساتھ برابر کے شریک ہو۔^(۲)

میرے پیارے قارئین کرام!..... یہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی کی ایک جھلک آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہم نے چند لمحات اپنے وجدان کے مطابق ان کے ساتھ گزارے ہیں۔ کیا ہماری خواتین سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں گی۔

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عَمَلًا صَالِحًا يَقْرِبُنَا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رُشْدًا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

① الا ستيعاب (۳/۲۹۵)، سير اعلام النبلاء (۲/۲۵۱)، طبقات ابن سعد (۸/۳۶)، المعارف (ص: ۱۵۸)، تاريخ الطبري (۲/۳۸)، تفسير القرطبي (۱۳/۲۴۲)، المواهب الدنية (۲/۶۲)، اسد الغابة (۶/۱۱۳)۔

② مجمع الزوائد (۹/۲۱۷)۔

داماد رسول ﷺ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب



سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا نام مہشم یا ہشم بیان کیا جاتا ہے۔
لیکن آپ اپنی کنیت سے مشہور تھے۔



اِنَّمَا يَدُ اللَّهِ عِنْدَ أَهْلِ الْبَيْتِ طَلْحَةُ الْحَمَلِيُّ



سَيِّدَةُ أُمَّ كَلْثُومُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ



رسالت مآب کی مٹھہ بیٹی کی پُر نور سیرت کا دل آویز اور ایمان منسروں کا تذکرہ



سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ



- ✽ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں بعثت سے پہلے پیدا ہوئیں اور اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کیا۔
- ✽ انہوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرتے ہوئے۔ صبر و شکر کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔
- ✽ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر خاتون کے ساتھ شادی کرے گا۔ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی۔
- ✽ رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کہا: میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہے۔
- ✽ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے باپ ﷺ کی زندگی میں ۹ ھ میں ہجری کو وفات پائی اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔

جگر گوشہ رسولؐ

ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الهاشمیہ رضی اللہ عنہا ^(۱) نبی کریم ﷺ کی نور چشم اور خواتین اہل بیت میں سے ایک جلیل القدر خاتون تھیں اب ہم ان صفحات میں ان کی دلچسپ، دلآویز اور دلربا سیرت کی جھلک پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ خانہ نبوی کے آنگن میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تقوے کی بنیاد پر پرورش پائی۔ ^(۲) انھیں ہر طرح سے خصوصی توجہ حاصل ہوئی، وہ اپنی اماں جان سیدہ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے پروان چڑھیں، وہ ایک ایسی جلیل القدر خاتون بنیں، جنہیں زمانے نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور قوم کی خواتین نے ان کے مقام و مرتبے کا اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا محمد ﷺ کو سیدہ زینب عطا کی، ان سے ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع کی شادی ہوئی رضی اللہ عنہا۔ پھر رقیہ رضی اللہ عنہا نے جنم لیا اور اس کے ساتھ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شادی

^(۱) طبقات ابن سعد (۸/۳۷، ۳۸)، المعارف (ص: ۱۲۶، ۱۲۱، ۱۵۸، ۱۹۲)، المعذفة و التاريخ (۱۵۹/۳)، مستدرک حاکم (۴/۳۸، ۳۹)، الاستیعاب (۴/۳۶۳، ۳۶۵)، الاصابة (۴/۳۶۶)، اسد الغابة (۶/۳۸۳)، العبر (۱/۵، ۱۰)، مجمع الزوائد (۹/۲۱۶، ۲۱۷)، شذرات الذهب (۱/۱۲۸)، سیر اعلام النبلاء (۲/۲۵۲، ۲۵۳)، السمط الثمین (ص: ۱۸۰، ۱۹۱)، المجتبى (ص: ۹۸)، تاریخ الطبری (۲/۴۲، ۵۴)، ۱۲۵، ۱۹۲، ۲۱۱، ۶۲۹)، شفاء الغرام (۲/۱۸۷، ۲۳۳)، الكامل لا بن الاثير (۲/۴۰، ۱۳۵، ۴۹۱، ۳۰۷)، زاد المعاد (۱/۱۰۳)، (۳/۶۱)، الفصول (ص: ۲۴۱)، تفسیر القرطبی (۱۳/۲۴۲، ۲۴۳)، المغازی النبویة للزهری (ص: ۴۳)، المواهب الدنیة (۲/۶۲، ۶۳)، العقد الفريد (۴/۲۸۵)، مختصر تاریخ دمشق (۲/۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۸)، البداية والنهاية (۳/۲۲۱)، (۵/۳۹، ۲۲۱، ۳۰۸)، جوامع السيرة النبوة (ص: ۳۶)، عیون الاثر (۲/۳۶۳)، المغازی للواقدي (۳۲۲)۔

^(۲) المواهب اللدنی (۲/۶۲)۔

ہوئی، پھر ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں۔ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی نسبت ابو لہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے طے پائی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے بارے میں ہم پہلے تفصیلات عرض کر چکے ہیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر اس کے منتقل ہونے کا تذکرہ بھی اللہ کے فضل و کرم سے کر چکے ہیں۔ اب ہم ان کی ہمشیرہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی معروضات پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کیا عتیبہ بن ابی لہب نے انھیں اپنے گھر بسانے سے پہلے ہی طلاق دے دی۔^(۱) اس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں عتیبہ اس کے والد اور لگائی بھائی کرنے والی والدہ کے عتاب سے بچا لیا۔

سیدہ خدیجہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما

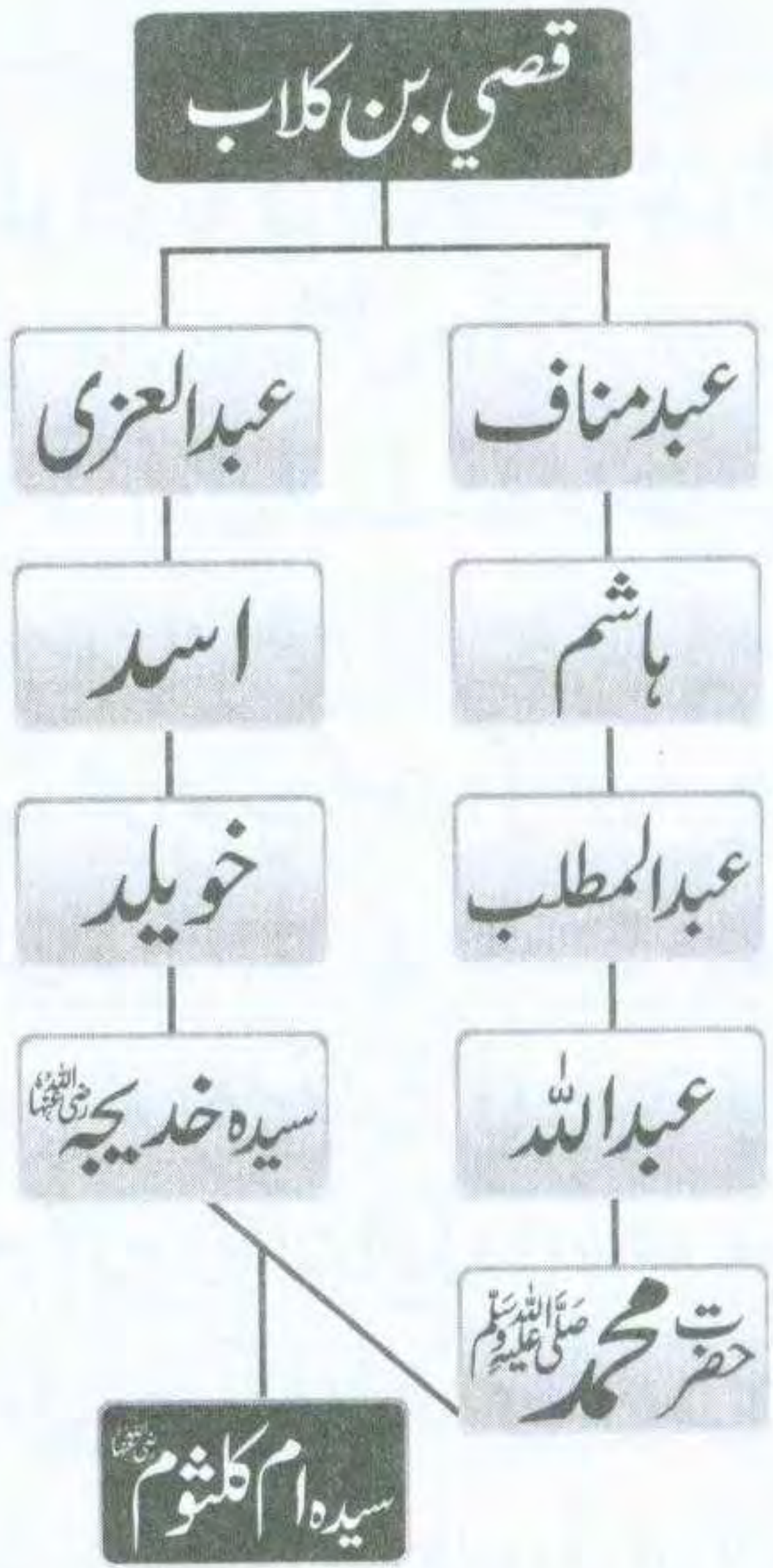
سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے معزز والدین کی نگرانی میں نہایت عمدہ زندگی بسر کی، ان کے باپ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ماں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب یہ جوان ہوئیں تو ادب، کردار، تربیت اور اخلاق کے اعتبار سے قریش کی ایک قابل قدر دوشیزہ کہلائی، ان کی ہمشیرہ رقیہ رضی اللہ عنہا عمر میں ان سے تھوڑا سا بڑی تھیں۔ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی نسبت ابو لہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے طے کی گئی۔ وہ اس طرح کہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی نسبت عتبہ سے طے پائی جبکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نسبت عتیبہ سے طے کی گئی۔^(۲) یوں تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس منگنی پر خوش تھیں لیکن ان کے دل میں تھوڑا سا انقباض تھا، وہ اکثر و بیشتر یہ سوچتی تھیں کہ ام جمیل اپنے خاوند ابو لہب پر حاوی ہے۔ وہ بیچارہ اس کے سامنے بے بس دکھائی دیتا ہے۔ اسے ہر صورت میں اپنی بیوی کی ہاں میں ہاں ملانی ہوتی ہے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بات سے بہت خوش تھیں اور ہر دم شکر ادا کرتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خاوند سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت کیلئے منتخب کر لیا اور اللہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حکم پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحی پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات سناتے ہوئے انھیں بیدار کر رہے ہیں۔ جب

(۱) المعارف (ص: ۲۱۶، ۱۲۲)۔

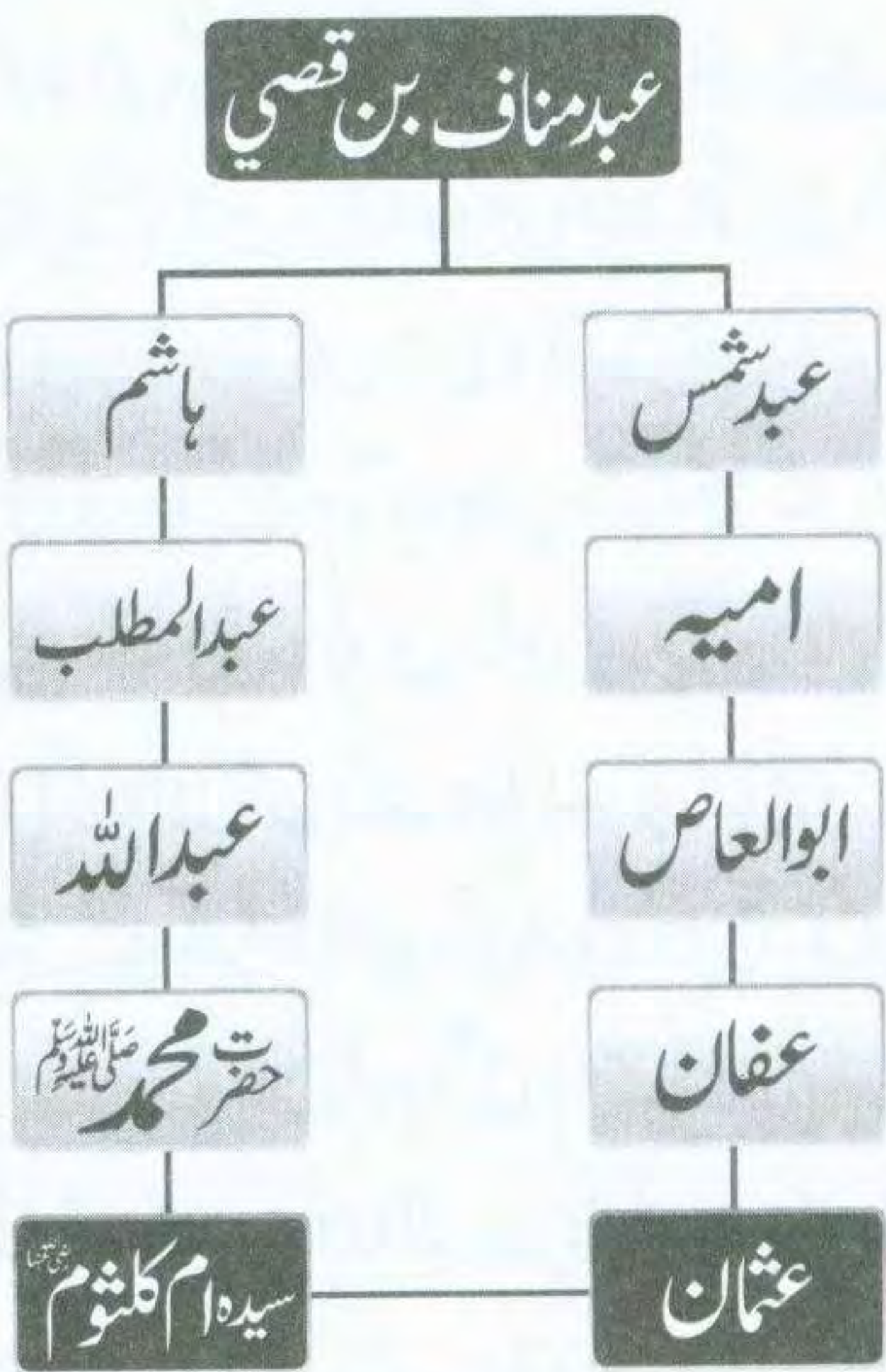
(۲) تفسیر القرطبی (۱۴ / ۲۴۲)۔

سیدہ ام کلثوم بنی اکرم ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں۔



سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔
دونوں کا سلسلہ نسب عبدمناف بن قصبی پر آپس میں ملتا ہے۔



سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

صدیقہ کائنات سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تو ان کی بیٹیاں بھی اس فہرست میں شامل ہوئیں، جنہیں ایمان کے آنگن میں پہلے داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کے نام ہمیشہ کیلئے تاریخ کا حصہ بن گئے۔ آپ کو کیا معلوم کہ اسلام قبول کرنے کے حوالے سے پہل کرنے والوں کا کیا درجہ ہے، ان کا کتنا بلند مقام ہے، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اللہ کی رضا کیلئے اسلام قبول کیا، انھوں نے اللہ سے سرگوشیاں کرنے میں لذت محسوس کی اور اپنے ابا جان سے علم و معرفت حاصل کرنیکی سعادت حاصل کی، ان کا دل اللہ کے ساتھ جڑ گیا۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کے جلووں میں کام کرنے لگی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا کہ اس کی دونوں بیٹیاں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنے ابا جان کی رسالت کو تسلیم کر چکی ہیں تو ان کا چہرہ خوشی سے متما اٹھا۔ لیکن ان دل میں ایک خوف پوشیدہ تھا جس نے انھیں پریشان کر رکھا تھا۔ جب وہ اپنی بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوچتیں کہ یہ دونوں ابولہب کے گھر جائیں گی جبکہ ان دونوں کے خاوند عتبہ اور عتیبہ اپنی ماں کے ہاتھوں میں کھلونے بنے ہوئے ہیں، ام جمیل بنت حرب بڑی سخت دل عورت ہے، وہ دشمنی میں بڑی ظالم ہے، گویا اس کا دل پتھر کا ٹکڑا ہے اور جہاں تک اس کے خاوند ابو لہب کا تعلق ہے وہ اپنی خواہشات کا اسیر ہے، وہ ہر وقت جوئے، شراب، مال و دولت اور اولاد کے گھمنڈ میں ہی محمور رہتا ہے، دنیا میں اس کا ایک ہی مقصد ہے کہ اپنی خواہشات کو پورا کیا جائے اور جی بھر کر عیاشی کی جائے اور گناہوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے کا مزایا جائے۔ ظاہر ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی دونوں بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے انجام کے بارے میں فکر مند ہوئیں ہوگی جبکہ ان میں سے ہر ایک کا انجام مخدوش دکھائی دے رہا ہے اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور اس کے گرد و نواح میں اسلام کا اعلان کر دیا تھا لیکن عتبہ اور عتیبہ اور ابولہب کے گھر کا کوئی فرد ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ بعد میں ان میں سے ہر ایک کبیدہ خاطر ہو کر واپس گھر آ جائے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس ساری صورت حال کا اچھی طرح جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ اپنے گھر سے انوار و یقین کے پھوٹتے ہوئے لشکاروں

کو اپنی بصیرت کی آنکھ سے دیکھتی تھی لیکن وہ کیا کرے! اس گتھی کو کیسے سلجھائے؟ انھیں نے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا، جس کے قبضے میں آسمان اور زمین کی کنجیاں ہیں۔

قریبی رشتہ داروں کو دعوت

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے میں مصروف ہو گئے جس نے دعوت کو قبول کرنا تھا اس نے کر لیا، آپ اور آپ کے ساتھی دار ارقم میں داخل ہو گئے، وہاں نمازیں پڑھنے لگے اور دینی مسائل سیکھنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کی طرف وحی کی کہ اب دعوت کا کام برسر عام کریں اور مشرکین کی پروا نہ کریں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو گا۔ ایک مجلس میں قریبی رشتہ دار اکٹھے ہوئے۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن ان میں سے کسی نے اس دعوت کو قبول نہ کیا۔ پھر دن گزرنے لگے، کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انھیں دوبارہ اکٹھا کیا اور انھیں وعظ و نصیحت کرتے ہوئے کہا:

نگہبان اپنے گھر والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اللہ کی قسم! نہ میں نے لوگوں سے جھوٹ بولا اور نہ تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔ نہ لوگوں کو دھوکہ دیا اور نہ تمہیں دھوکہ دے رہا ہوں۔ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں، میں تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! تمہیں اسی طرح موت آئے گی جس طرح تم سوتے ہو۔ تمہیں اٹھایا جائے گا جس طرح تم بیدار ہوتے ہو، جو تم کرتے ہو اس کا حساب لیا جائے گا۔ تمہیں احسان کے بدلے احسان اور برائی کے بدلے ملے گی۔ یہ ہمیشہ کی جنت ہے۔ یہ ہمارے لیے بنائی گئی ہے۔ اللہ کی قسم! اے بنی عبدالمطلب! میرے علم کے مطابق مجھ سے بہتر پیغام لے کر کوئی جوان اپنی قوم کے پاس نہیں آیا ہو گا۔ میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی بہتری کا پیغام لایا ہوں۔

ابولہب کے علاوہ ساری قوم نے آپ کے ساتھ نرم لہجے میں بات کی۔ ابولہب نے اس موقع پر سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے اپنے خاندان بنی عبدالمطلب کو کہا کہ اللہ کی قسم!

میری بات یاد رکھنا یہ تمہارے لیے ایک برا پیغام ہے، نہایت منحوس گھڑی ہے، تم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لو اس کا راستہ روک دو ورنہ کوئی دوسرا تم پر سبقت لے جائے گا۔ اگر تم نے اس کی باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا تو ذلیل و خوار ہو جاؤ گے، مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں، وہ بڑی عقلمند خاتون تھیں۔ ان کا دل نور ایمان سے روشن ہو چکا تھا۔ انھوں نے اپنے بھائی ابولہب سے کہا: میرے بھائی! کیا تجھے اپنے بھتیجے کی رسوائی اچھی لگتی ہے؟ اللہ کی قسم! علماء بتاتے آئے ہیں کہ عبدالمطلب کے خاندان میں ایک نبی آئے گا، وہ یہی ہے۔ ابولہب نے بڑے غصے سے کہا: یہ بالکل جھوٹ ہے۔ فراڈ ہے، بچکانہ باتیں ہیں اور فضول قسم کی امیدیں اور امنگیں ہیں۔ عورتوں کی باتیں ایسی ہی اوٹ پٹانگ ہوا کرتی ہیں۔ جب قریش اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کے شانہ بشانہ عرب بھی اٹھ کھڑے ہوں گے تو ہماری قوت بے پناہ ہو جائے گی۔ ابولہب اس مجلس سے غصے کی حالت میں بڑبڑاتے ہوئے نکل کھڑا ہوا، اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا ہوا تھا، اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

چند دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر اپنی قوم کو اللہ عزیز و حمید کے راستے کی طرف خبر دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کی تلقین کی۔ ابولہب نے سن کر کہا ”آج کے دن تیری تباہی و بربادی ہو“ یہ کہا اور وہ اپنے گھر واپس چلا گیا اور گھر جا کر اپنی بیوی ام جمیل سے وہ سب کچھ بیان کرنے لگا جو اس نے سیدنا محمد ﷺ سے سنا تھا۔ یہ باتیں سن کر اس کے پیٹ میں کینے کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور اس نئی دعوت کا تیا پانچا کرنے کا اس نے پختہ ارادہ کر لیا، کہ جو بھی میرے بس میں ہوگا اس کو ملیا میٹ کرنے کیلئے کروں گا۔ دونوں میاں بیوی نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کے خلاف تدبیریں کرنی شروع کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر یہ وحی نازل کی:

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝ ﴾ (سورہ اللہب: ۱/۱ تا ۵)

”ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود بھی تباہ و برباد ہو گیا اور نہیں فائدہ دیا

اسے اس کے مال نے اور جو کچھ اس نے کمایا، عنقریب وہ داخل ہوگا شعلے مارتی ہوئی آگ میں اور اس کی بیوی بھی لگائی بجھائی کرنے والی اس کی گردن میں منجھ کی رسی ہوگی۔“

یہ سورہ مکہ معظمہ میں مشہور ہو گئی اسے ابولہب کے سامنے بھی پیش کیا گیا۔ اس نے اور اس کی بیوی ام جمیل نے جان لیا کہ ان دونوں کے بارے میں دردناک، ہولناک اور سخت ترین عذاب کا حکم نازل ہوا ہے۔ یہ سن کر دونوں کے غلیظ و غلیظ و غضب، بغض، کینہ اور حماقت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ ان دونوں نے اپنے تئیں رسول اللہ ﷺ سے انتقام لینے کا ارادہ کر لیا اور دونوں نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں۔ عتبہ نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کو بغیر کچھ کہے بولے طلاق دے دی۔ رسول اللہ ﷺ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے عتبہ سے طلاق کی وجہ پوچھی۔ ام جمیل نے اپنے بیٹے عتبہ سے کہا: بیٹا! اس کو طلاق دے دو یہ ہمارے آبائی دین سے منحرف ہو گئی ہے۔ تم اسے طلاق دے دو یہ ہمارے آبائی دین سے منحرف ہو گئی ہے، تم اسے طلاق دے دو۔ تو اس نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ البتہ عتیبہ نے غضبناک انداز میں اور بڑے گھمنڈ سے کہا: میں اس کے ابا جان کو جلی کٹی سناؤں گا، اسے ذہنی اذیت پہنچاؤں گا، عتیبہ نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اس طرح طلاق دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا: میں نے تیرے دین کو ماننے سے انکار کیا اور تیری بیٹی کو طلاق دی۔ میرا تیرا اب کوئی تعلق واسطہ نہیں، محبت کے رشتے ختم۔ اس موقع پر اس نے بے ہودہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی قمیض بھی پھاڑ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر کہا:

((اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

”الہی اس پر اپنے کتوں (درندوں) میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی دعاء کو قبول کیا اور عتیبہ کو جب وہ تجارت کے سلسلے میں شام کی طرف جا رہا تھا۔ ایک شیر نے چیر پھاڑ کر کھا لیا، دیکھتے رسول اللہ ﷺ کی دعاء کو کس طرح شرف قبولیت بخشا گیا۔ بلاشبہ یہ آپ کا ایک معجزہ ہے اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کرامت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اسی طرح لاج رکھتا ہے۔

عتیبہ کے بارے میں دعاء کی قبولیت

رسول اللہ ﷺ کی دعاء کے نتیجے میں عتیبہ بن ابی لہب کی عبرتناک موت کے بارے میں قابل اعتماد تاریخی کتابوں میں جو صحیح تفصیلات ذکر کی گئیں۔ وہ کچھ اس طرح ہیں، ابو لہب کا نام عبدالعزیٰ بن ابی لہب تھا۔ اس کا بیٹا تجارت کی غرض سے قریش کے ایک قافلے کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہوا جبکہ دعوت محمدؐ یہ مکہ معظمہ پر ضو فگن تھی۔ اس کی نورانی کرنوں نے پورے مکہ معظمہ ام القریٰ کو روشن کر رکھا تھا، جس نے ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آیا اور جس نے کفر اختیار کرنا تھا اس نے کفر کا دامن تھام لیا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا انھوں نے اسلام اور اہل اسلام کو سخت ترین اذیت سے دو چار کیا۔ ان میں عتیبہ بن ابی لہب بھی شامل تھا۔ اس نے باپ سے کہا: میں سیدنا محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور اس کو اس کے رب کے حوالے سے دہنی اذیت دوں گا۔ عتیبہ یہ کہہ کر تجارتی قافلے سے الگ ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اور اس نے کہا: اے محمد ﷺ! میں تو تیرے پیغام کو ٹھکراتا ہوں اور اس نے بڑی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا اور بڑی بداخلاقی سے پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بداخلاقی دیکھ کر یہ دعاء کی:

((اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

”الہی اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔“

یہ کہا اور آپ واپس چلے گئے۔ عتیبہ اس بیہودہ گوئی کے بعد اپنے باپ کے پاس چلا گیا۔ اس نے پوچھا: بیٹا تو نے اس (محمدؐ) کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اس نے اپنی تمام تر فحش کلامی کے بارے میں اپنے باپ کو بتا دیا۔ ابو لہب نے دل میں خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنے بیٹے عتیبہ سے کہا: اس نے تیری باتیں سن کر کیا جواب دیا؟ عتیبہ نے کہا: اس نے میری باتیں سن کر یہ دعاء کی تھی:

((اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ))

”الہی اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔“

ابو لہب یہ سن کر خوف زدہ اور افسردہ ہو گیا۔ اس نے کہا: بیٹا اب تیری خیر نہیں، تجھے محمد ﷺ نے بد عادی ہے۔ قافلہ چلتے ہوئے دور نکل گیا۔ ابو لہب کے ذہن سے یہ خیال جدا ہو ہی نہیں رہا تھا کہ اب میرے بیٹے کا کیا بنے گا؟ اس کے بھتیجے محمد ﷺ نے اس کو بد عادی ہے۔ وہ بڑا چوکنا اور محتاط ہو گیا کہ کہیں بیٹے پر اچانک مصیبت نہ آن پڑے۔

قافلہ چلتا ہوا ایک شہر نامی مقام پر سستانے کیلئے ٹھہرا۔ اس جگہ شیر بڑی کثرت سے پائے جاتے تھے۔ گویا کہ وہ شیروں کا علاقہ تھا۔ قافلہ والے ایک پادری کے گرجا گھر کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ پادری نے گرجا گھر سے ان کی طرف جھانکا اور بڑی حیرانگی سے انھیں کہا: اے خاندان عرب! اس جگہ کس نے تمہیں پڑاؤ کرنے کا کہا، یہاں تو شیر اس طرح چلتے پھرتے ہیں جس طرح بکریاں چرتی پھرتی ہیں۔ ابولہب نے قافلہ میں شامل افراد سے کہا: تم جانتے ہو کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میرا تم پر حق ہے۔ انھوں نے کہا: سچ فرمایا۔

ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: یہ جو میرا بھتیجا ہے اس نے میرے بیٹے کو بدعادی ہے۔ مجھے بڑا خطرہ ہے کہ کہیں اسے ناقابل تلافی نقصان نہ پہنچ جائے۔ تم سب اپنا سامان اس گرجے میں ایک جگہ رکھو اور اس سامان کے اوپر بستر بچھاؤ تاکہ میرا بیٹا اس بستر پر اور تم اس سامان کے ارد گرد اپنے بستر لگا لو۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ رات نے اپنے پردے دراز کر دیے، قوم عتیبہ کے ارد گرد سو گئی۔ ابولہب بھی باقی لوگوں کے ساتھ نیچے سویا ہوا تھا۔ عتیبہ کا خیال تھا کہ میں ہر طرح سے محفوظ ہوں۔ مجھے اب کوئی بھی نقصان نہیں پہنچ سکے گا۔ رات کا جب سناٹا چھا گیا تو شیر آ گیا، اس نے سوئے ہوئے لوگوں کو ایک ایک کر کے سونگھنا شروع کیا۔ آخر اس نے محسوس کیا کہ جو مجھے چاہیے وہ ان میں کوئی نہیں۔ پھر اس نے چھلانگ لگائی اور سامان کے اوپر چڑھ گیا۔ وہاں سامان کے اوپر عتیبہ سویا ہوا تھا۔ شیر نے اس کو ضرب لگائی اور زوردار انداز سے اپنا پنجہ اس پردے مارا۔ شیر کے حملہ کرنے کے وقت عتیبہ نے ایک دلدوز چیخ ماری جس سے سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ خوفناک منظر دیکھ کر کپکپانے لگے، زیادہ لوگوں کی حرکت دیکھ کر شیر نے خطرہ محسوس کیا اور وہاں سے کھسک گیا۔ قافلے میں شامل افراد عتیبہ کے ارد گرد جمع ہو گئے، وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا اس نے ساتھیوں کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہا: ہائے میری امی! میں تباہ ہو گیا، محمد ﷺ کی بددعا لگ گئی حالانکہ وہ مکے میں ہے اور میں شام میں ہوں۔ ابولہب کے چہرے پر بھی افسردگی کی پرچھائیاں چھا گئی تھیں۔ جب اس کی روح نکل گئی تو ابولہب نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا: مجھے تو پہلے ہی اس خطرہ کا احساس تھا کہ یہ محمد ﷺ کی بددعا کی لپیٹ میں آ جائے گا۔^① یہاں یہ بتانا بھی مناسب معلوم ہوتا

① مختصر تاریخ دمشق (۱۲/ ۷۳، ۷۴)، تفسیر القرطبی (۱۷/ ۸۳)، تفسیر ابن کثیر

(۳/ ۲۲۳)، دلائل النبوة للصبہانی (۲/ ۵۸۵، ۵۸۶)، السیدة الحلبيہ (۱/ ۳۶۸)،

ربیع الابرار للزمخشري (۵/ ۲۱۳)، حجة الله على العالمين (۲/ ۱۸۸، ۱۸۹)

ہے کہ عتبہ بن ابی لہب نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کے ساتھ اسکا بھائی معتب بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ بعض شعراء نے اپنے اشعار میں عتبہ اور معتب کے اسلام قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ درجہ ذیل اشعار میں بھی اس کا ذکر موجود ہے:

كُرْهُتُ	عُتْبَةَ	اِذَا	اُجْرَمَا
وَاحْبَبْتُ	عُتْبَةَ	اِذَا	اَسْلَمَا
كَذًا	مُعْتَبٌ	مُسْلِمٌ	فَاحْتَرَزَ
وَخَفُ	اَنْ	تَسُبَّ	مُسْلِمًا

”میں نے عتبہ کو ناپسند کیا جب اس نے جرم کا ارتکاب کیا اور عتبہ سے پیار کیا جبکہ اس نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح معتب مسلمان سے میں نے پیار کیا، تو بھی احتیاط کر اور کسی مسلمان نو جوان کو گالی دینے سے ڈر۔“^①

صابرہ مہاجرہ

دونوں بہنیں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما طلاق کے بعد خانہ نبوی کی طرف واپس آ گئیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے شادی کر لی اور انھوں نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی چھوٹی بہن کیساتھ مکہ مکرمہ میں اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ کے گھر رہیں۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے وہ حالات و واقعات کا مشاہدہ کیا جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پیش آئے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے عظمت کی اطراف کو دیکھا اور اپنی والدہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ان کے اعلیٰ و ارفع اخلاق کی حسب استطاعت خوشہ چینی کی۔ دن، مہینے، اور سال گزرتے گئے، قریش کی اہل ایمان کے خلاف دشمنی اور کینہ پروری بڑھتی ہی چلی گئی، باوجودیکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور قریش کے بہت سے بہادر نو جوان اسلام قبول کر چکے تھے لیکن قریش اپنی سرکشی سے باز نہ آئے۔ بالآخر مشرکین مکہ نے بنو ہاشم کے ساتھ باہمی مشورے کے بعد بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور اس ظالم فیصلے کی ایک کاپی کعبہ کے اندر لٹکا دی۔

خانہ نبوی کی خواتین شعب ابی طالب میں داخل ہو گئیں تاکہ ان کے ارد گرد باڑ بٹا دی

① تفسیر الصاوی علی الجلالین (۳/ ۳۱۲)۔

جائے۔ سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ الزہراء اور ان کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دیگر ان لوگوں کے ساتھ تھیں جو اس محاصرے میں موجود تھے۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر تھیں اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے محاصرے کے دن بڑی تنگی اور مشکل کے ساتھ گزارے۔ اپنے ابا جان اور امی جان کے ساتھ محاصرے کی تنگی میں حصہ لیا۔ بھوک نے ان کا برا حال کر دیا تھا، بعض اوقات درختوں کے پتے کھا کر بھوک کی آگ کو بجھایا جاتا، دختر رسول ﷺ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے یہ وقت نہایت عمدہ انداز میں صبر و تحمل کے ساتھ بسر کیا، اس میں ہر قسم کی مشقت اور سختی کو برداشت کیا، ایسی ایسی سختیاں جھیلنی پڑیں کہ مضبوط پہاڑ بھی ان سے لرز جائیں۔ یہ خواتین اہل بیت کا دستور تھا:

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ (یوسف: ۱۷/۱۸)

”پس صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔“

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تین سال پر محیط دردناک محاصرے نے بعض لوگوں کو نڈھال کر دیا تھا۔ اس محاصرے کا سب سے زیادہ منفی اثر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر ہوا کیونکہ وہ بڑی عمر کی تھیں۔ اس قابلِ مذمت کمینے محاصرے نے انھیں بہت کمزور کر دیا تھا، وہ بیماری سے بستر پر دراز ہو گئیں۔ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کی خدمت میں مصروف ہو گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کشادگی کا حکم نازل کر دیا، محاصرے کی وہ ظالم دستاویز جو قریش نے لکھ کر کعبے میں لٹکائی تھی وہ پرزہ پرزہ ہو گئی۔ اہل توحید شعب ابی طالب سے باہر آ گئے۔ ان میں ام کلثوم، ان کی والدہ ماجدہ اور ان کی بہن فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ البتہ بیماری نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو صاحب فراش بنا دیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ وفات پا کر جنت الفردوس جا مقیم ہوئیں۔ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے انھوں نے جنت میں ایسے محل کی خوشخبری سنی تھی جس میں ہر طرح کا امن اور سکون ہوگا، اس میں شور و شغب نہیں ہوگا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بہت روئیں، صدیقہ کائنات ان کی پیاری والدہ ماجدہ تھیں، رونا شفقت اور محبت کی علامت ہوتا ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بعثت کے دسویں سال دس رمضان المبارک کو وفات پائی اور ان کا جنازہ حجون مقام کی طرف اٹھا کر لیجا یا گیا۔ وہاں رسول اللہ ﷺ خود قبر میں اترے اور اپنے ہاتھوں سے جسدِ خاکی کو قبر میں اتارا، پھر ان پر مٹی ڈالی

اور اس کے بعد گھر واپس آئے۔ دونوں بیٹیاں دیکھتے ہی اپنے ابا جان کے ساتھ لپٹ گئیں اور رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ انہیں دلا سے دینے لگے اور وہ رسول اللہ ﷺ کو دلا سے دینے لگیں۔ یہ بہت بڑا صدمہ تھا لیکن

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ (یوسف : ۱۸/۱۷)

”پس صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی مددگار ہے۔“

دن گزرتے گئے، مسلمان قریش کی جانب سے تکالیف جھیلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کو مکہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ سفر ہجرت پر روانہ ہو گئے خانہ نبوی اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل و کرم کے حوالے کر دیا۔

جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت مکمل ہو گئی تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو اپنے اہل خانہ کو مکہ سے لانے کو بھیجا۔ وہ دونوں گئے اور رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیٹیوں ام کلثوم اور فاطمہ، آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ، زید بن حارثہ کی بیوی ام ایمن رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ اس طرح ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کرنے والی خواتین کی فہرست میں شامل ہونے کی سعادت میسر آئی۔ اس طرح ان پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کے لیے جو اجر و ثواب تیار کیا اس کو حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ منورہ میں انصار کی خواتین نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا دختر رسول اللہ ﷺ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور اور پھر مدینہ منورہ میں صبر و جہاد کی زندگی بسر کرنا شروع کی۔ ۲ ہجری میں رمضان کا مہینہ آ گیا تو ان کی ہمشیرہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا خسرے کی بیماری میں مبتلا ہو کر چارپائی پر لیٹ گئیں، ادھر جنگ بدر کا علان کر دیا گیا، مجاہدین جنگ بدر کے لیے روانہ ہونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں ہی رہنے کا حکم دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ اور دیگر اہل ایمان جنگ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے فتح و نصرت کا پیغام نازل کر دیا اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے

تھے۔ کافروں کی باتوں کو ہیچ کر دیا اور اللہ کی بات بلند ہو کر رہی۔ رسول اکرم ﷺ بدر سے واپس آئے وہ اللہ بلند و بالا کی حمد و ثناء میں رطب اللسان تھے جس نے ان کی مدد کی، پہلے مدینہ منورہ میں فتح و نصرت کی بشارت دینے کے لیے پیغام رساں آیا۔ اس نے بتایا کہ اللہ نے اپنے رسول کو کامیاب کر دیا ہے لیکن انہی لمحات میں دختر رسول سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں۔ لوگ جنازے سے واپس آرہے تھے اور سبھی ان کی وفات کی وجہ سے غمگین تھے اور سب سے زیادہ غمگین اس کی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے ان کی وفات اور بیماری کے آخری دنوں کا پچشم خود مشاہدہ کیا تھا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ان تمام دنوں کو نہایت صبر و تحمل سے گزارا اور اللہ کی تقدیر پر راضی ہونے کا عملی مظاہرہ کیا اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کی اور انہوں نے خواتین اہل بیت میں بلند درجہ حاصل کیا۔ ان کا طرز عمل دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین خاتون قرار دیا۔

انہوں نے مسلم معاشرے کی بہترین خواتین کے ساتھ کتنی اچھی زندگی بسر کی۔

بہترین خاتون اور بہترین خواتین

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو بہترین خاتون قرار دیا کیونکہ آپ لوگوں کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا قرآن مجید نے ہر طرز عمل بیان کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَيْهِ شَدِيدُ

الْقُوَىٰ ۝﴾ (النجم ۵۳/۳-۵)

”وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے، انہیں زبردست قوت والے نے تعلیم دی۔“

رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی کا مقام و مرتبہ پہچان لیا اور انہیں بہترین خاتون قرار دیا۔ یہ لقب بخدا تمام فضائل و محاسن کا سنگم ہے صحیح اور دیگر مستند حوالے کی کتابوں میں سیدنا عثمان

بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی خانہ آبادی کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی کی تعریف کرنا بھی مذکور ہے۔ آپ کی اس بیٹی کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر فوقیت حاصل ہے حالانکہ وہ ام المؤمنین کے درجہ کو پہنچنے والی تھیں۔ سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے بعد حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا خاوند حمیس بن حذافہ فوت ہو گیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فتح یاب ہو کر واپس تشریف لائے تو آپ کی بیٹی رقیہ فوت ہو گئیں۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی وفات پر بہت زیادہ غمگین ہو گئے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غم کا کچھ مداوا کیا جائے۔ آپ سیدنا عثمان کے پاس گئے، سلام کیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ان کے ساتھ شادی کی پیشکش کر دی لیکن وہ بڑے پریشان تھے۔ ان کے دل سے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے فراق کا غم محو نہیں ہوا تھا، ابھی تو سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا قبر میں کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا، ابھی وہ اس حال میں نہیں تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مثبت جواب دے سکیں۔ انھوں نے بڑے ہی غمگین لہجے میں کہا: میں ابھی اپنے حالات کو دیکھتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے چند دن انتظار کیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شادی کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔ وہ کچھ دنوں کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور انھیں بتایا کہ میرا ابھی شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں اپنے دل کی بات ظاہر کرتے ہوئے کہا اگر آپ چاہیں تو اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کرنے کیلئے تیار ہوں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر بالکل خاموش ہو گئے۔ انھوں نے اس موضوع پر کوئی بات نہ کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے رویے کو دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ انہیں کچھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا کہ دونوں ساتھیوں نے یہ انداز کیوں اختیار کیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گلے شکوے کرنے لگے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا گلہ شکوہ سن رہی تھیں۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مِنْ خَيْرٍ مِنْ عُثْمَانَ وَ يَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ مِنْ هِيَ خَيْرٍ مِنْ حَفْصَةَ))

”حفصہ سے وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے

گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔“

یہ بات سن کر ام کلثوم رضی اللہ عنہا اسی وقت سمجھ گئیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ کس طرف ہے۔ کیونکہ حصہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی بیٹی کے علاوہ کوئی اور بہتر نہیں ہو سکتی۔ ۳ ہجری میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حوالہ عقد میں لیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے کس طرح ہوئی؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی دختر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے وفات پانے پر رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لیے روتا ہوں کہ اب میرا رشتہ ناطہ آپ سے منقطع ہو گیا ہے۔

آپ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی تجھ سے کر دوں، اس طرح یہ رشتہ ناطہ قائم رہے گا۔^①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی تو ام المؤمنین کو بلایا اور فرمایا کہ میری بیٹی کو تیار کرو اور انھیں عثمان کے پاس چھوڑ آؤ اور اس خوشی میں دف بھی بجانا، انھوں نے ایسا ہی کیا۔ نبی کریم ﷺ شادی سے تین دن بعد بیٹی کے گھر گئے حال چال پوچھا اور ساتھ ہی یہ دریافت فرمایا: اپنے میاں کو کیسے پایا؟ انھوں نے بتایا: بہت اچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرے دادا ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ کے ہم شکل ہیں۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی کنیز ام عباس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَا زَوَّجْتُ عُثْمَانَ أُمَّ كَلْثُومَ إِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ السَّمَاءِ))

میں نے ام کلثوم کی عثمان بن عفان کے ساتھ شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عہد نبوی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا کتنا بلند مقام و مرتبہ تھا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا کامل درجہ احترام پایا جاتا۔ آپ کے ساتھ بے پناہ محبت تھی، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی دیکھ رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہ دیکھ کر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا دل بہت خوش ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ عرض کی: ابا جان! میری

① مختصر تاریخ دمشق (۱۶/۱۲۰)، اسد الغابہ (۶/۳۸۳)، العقد الفید (۱/۲۸۵)۔

بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ایسے شخص سے کریں جو میرے خاوند سے بہتر ہو۔ آپ ان کی یہ بات سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: میں نے تیری شادی ایک ایسے شخص سے کی ہے جس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں۔ وہ یہ بات سن کر جب پیچھے مڑیں تو آپ نے فرمایا: میں نے تجھے کیا کہا تھا؟ انھوں نے بتایا کہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے تیری شادی ایسے شخص کے ساتھ کی ہے جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! مزید سنئے: جب آپ جنت میں داخل ہوں گی اور ان کا مقام و مرتبہ دیکھیں گی تو ان سے بلند میرے کسی صحابی کا مقام نہ ہوگا۔^①

واقعی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بڑا بلند تھا، اسی لیے تو انہیں ذوالنورین کا نام دیا گیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں ذوالنورین کا نام دیا گیا، ہمارے علم میں نہیں کہ اس کے علاوہ کسی کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہو کہ کسی نبی کی دو بیٹیوں کے ساتھ کسی کی شادی ہوئی ہو۔ اس مقام میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منفرد دکھائی دیتے ہیں۔^③ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آیات قرآنی کے تابع فرمان تھے۔ شب زندہ دار اور اپنے رب کی رحمت کے امید وار تھے، رات بھر قرآن مجید کی تلاوت میں مگن رہتے۔ اس طرح دونوں خلفاء کے دور میں بھی ان کا یہی طرز عمل رہا اور جب وہ خود مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو بہترین امت کے خیر خواہ اور نیک لوگوں کے امام ثابت ہوئے۔ ابن قتیبہ رقم طراز ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قریش میں بڑی محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اسی کیفیت کو اجاگر کرتے ہوئے کسی نے کہا:

أُحِبُّكَ وَالرَّحْمَانَ۔ حُبُّ قُرَيْشٍ عُثْمَانَ۔ ”میں تجھ سے اور رحمان سے اس طرح محبت کرتا ہوں جس طرح قریش عثمان سے محبت کرتے ہیں۔“^④ سیدنا عثمان اللہ اور رسول کے فرمانبردار تھے، ذوالنورین تھے، دونوں ہجرتوں کا انہیں عزاز حاصل تھا، دو قبلوں کی انھیں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔^⑤ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر چھ

① مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۱۷، ۱۲۱)۔

② مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۲۱)۔

③ مختصر تاریخ دمشق (۱۶/ ۱۲۱، ۱۲۲)۔

④ مختصر تاریخ دمشق (۱۶د/ ۱۲۲)۔

⑤ المعارف (ص: ۱۹۲)۔

سال زندہ رہیں۔ اس دوران انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں پورے جزیرہ عرب پر اسلام غالب آ گیا، اسلامی حکومت قائم ہو گئی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ماہر شہسوار کی حیثیت سے رہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنا سفیر بنا کر بھیجا، انھوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا، غزوہ تبوک کے موقع پر تو اس کے خاوند سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تنگ دست لشکر کی تیاری میں بھرپور حصہ لیا، اس کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا آخری وقت آ گیا اور وہ اپنی والدہ سے جا ملیں۔ انھوں نے اپنی بہنوں زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اب ہم اگلے صفحات میں ان کے سفر آخرت کی روایتِ اد آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

سلام علیکم جنت میں داخل ہو جاؤ

ماہ شعبان ۹ ہجری کو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اللہ سے ملاقات کو محسوس کر لیا، ^(۲) انھیں بیماری لاحق ہوئی جس نے بستر پر لٹا دیا۔ ایک دن صبح کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کی آواز گونجی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جانے کیلئے تیار ہوئے، پہلے اپنی پاکیزہ اور صابرہ بیوی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے مسجد روانہ ہو گئے۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا جسم بیماری کی وجہ سے سکڑ چکا تھا اور جسم میں بہت زیادہ کمزوری آ چکی تھی۔ بیماری کے غلبے کی وجہ سے وہ بستر سے چٹ کر رہ گئی تھیں لیکن ان کی زبان ذکر الہی سے حرکت کر رہی تھی۔ ان کے پاس ام عباس رضی اللہ عنہا آئیں تو وہ نزع کی حالت میں تھیں۔ انھوں نے مسجد میں پیغام بھیجا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنے گھر تشریف لائے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر موت کی مدہوشیاں طاری تھیں، سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ غم میں مبتلا انھیں محبت بھرے انداز میں آوازیں دینے لگے، انھیں یہ بھی غم لاحق تھا کہ ان کے فوت ہو جانے سے پھر رسول اللہ ﷺ سے رشتے کا تعلق ختم ہو جائے گا۔

اسی دوران حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی کے پاس گئے تو وہ اپنی زندگی کے

① حلیۃ الاولیاء (۱/۵۵)۔

② تاریخ الطبری (۲/۱۹۲)، الکامل ابن الاثیر (۲/۲۹۱)، المواہب اللدنیۃ (۲/۲۳)، شذرات الذهب (۱/۱۲۸)۔

آخری سانس لے رہی تھیں۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دل غمگین ہو گیا لیکن زبان وہی کلمات ادا کر رہی تھیں جو رب تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اس حالت میں کہ وہ اپنے رب پر خوش تھیں۔

اسماء بنت عمیس، حفصہ بنت عبدالمطلب اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے مل کر انھیں غسل دیا۔^(۱) نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی پھر جنازہ جنت البقیع میں لے جایا گیا اور وہاں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو دفن کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے دفن کرنے کی روئیداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ان کی قبر پر بیٹھے دیکھا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے پھر آپ نے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے پوری رات عبادت کی ہو تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہوں اے اللہ کے رسول ﷺ۔^(۲) آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو اور ان کے ساتھ علی بن ابی طالب، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی اترے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسدِ خاکی کو جب قبر میں رکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات کہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِیْہَا نَعِیْدُكُمْ وَمِنْہَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً

اُخْرٰی﴾ (طہ: ۵۵)

”اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا، اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔“

پھر فرمایا:

((بِسْمِ اللّٰہِ وَفِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ))

”اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ کی ملت پر۔“

① الکامل فی التاریخ (۲/۲۹۱)، تاریخ الطبری (۲/۱۹۲)۔

② صحیح البخاری کتاب الجنائز باب من یدخل قبر المداء رقم الحدیث (۱۳۴۲)،

مسند احمد (۳/۱۲۶، ۲۲۸)، مستدرک حاکم (۴/۴۷)، طبقات ابن سعد (۸/۳۸)،

السمط الثمین (ص: ۱۹۰)، المواہب اللدنیة (۲/۶۳)۔

رسول اللہ ﷺ ان کی قبر پر مٹی پھینکتے ہوئے فرمانے لگے کہ دراڑیں اچھی طرح بند کر دو۔
پھر آپ نے فرمایا: ویسے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں البتہ زندہ لوگوں کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔^①

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بڑے غمگین تھے آنسو بہہ رہے تھے کہ خانہ نبوی کی ایک یگانہ روزگار خاتون داغ مفارقت دے گئیں اور نادر ہار کا ایک موتی جھڑ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سر جھکائے غم میں مبتلا آنسو بہاتے ہوئے دیکھا تو ان کے قریب آ کر انھیں دلا سہ دیتے ہوئے فرمایا:
اے عثمان! اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو میں اس کی شادی بھی تیرے ساتھ کر دیتا۔
طبقات ابن سعد میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے ان کی شادی تیرے ساتھ کر دیتا۔^①

میرے عزیز قاری! کیا رائے ہے؟

اب ہم سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق اللہ کا دلاؤ ویز کلام پڑھتے ہوئے الوداع کہتے ہیں:
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ﴾ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ (النحل، ۱۶/۳۲)

”وہ لوگ جن کی روحیں فرشتے پاکیزگی کی حالت میں قبض کرتے ہیں تو کہتے ہیں:

سلام ہو تم پر، داخل ہو جاؤ جنت میں، ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے۔“

اللہ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ عَمَلًا صَالِحًا يُقَرِّبُنَا إِلَيْكَ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ أَنْ

تُلْهِمَنَا الصَّوَابَ وَتَجْعَلَ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رُشْدًا

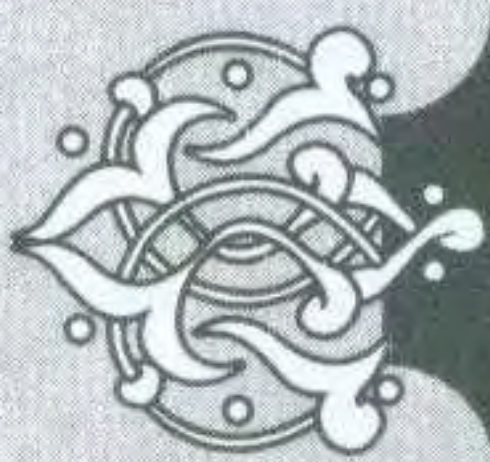
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

① مختصر تاریخ دمشق (۲/۲۶۸)۔

② طبقات ابن سعد (۸/۳۸)، مجمع الزوائد (۹/۲۱۷)۔



خواتین اہل بیت



سید فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ



رسالت مآب کی مٹھہ بیٹی کی پُر نور سیرت کا دل آویز اور ایمان منسروز تذکرہ



فاطمہ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ



✽ خواتین جنت کی سردار، نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی
لیکن سب سے زیادہ مشہور و معروف، ان کے فضائل و محاسن
بے شمار ہیں۔

✽ ان کی شادی شہسوارِ اسلام بطل جلیل سیدنا علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ یہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ تھیں۔
انہیں احادیث نبوی کی راویہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں
فرمایا: یہ میری بیٹی میرے دل کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو شک میں
ڈالتی ہے وہ مجھے بھی شک میں مبتلا کرتی ہے اور جو چیز اسے
تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

✽ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پاکیزہ اولاد
قرار دیا۔

✽ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے
بارے میں فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے بابا جان ﷺ کے
بعد انہیں سب سے بہتر پایا۔

✽ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان ﷺ کی وفات حسرت
آیات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں اور انہیں جنت البقیع میں
دفن کیا گیا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور خوشبو کا آغاز

اگر کلیوں کی خوشبو اور گلاب کے نشیلے پانی سے کلمات بنانے ممکن ہوتے تاکہ ان کلمات سے جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہستیوں کی سوانح حیات لکھی جاتی تو سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اس حوالے سے سب لوگوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔ تاکہ کتابت، قراءت، سماعت اور حفظ کے اعتبار سے ان کی سیرت مہک انگیز اور خوشبودار ہو۔

خاص طور پر وہ اتنے اعلیٰ، عمدہ اور ارفع اخلاق سے متصف ہیں کہ کسی زمانے میں کوئی خاتون بھی ان کی گرد پا کو نہ چھوسکی۔ وہ جگر گوشہ رسول ﷺ ہے۔ وہ اعلیٰ و ارفع فضائل و محاسن سے آراستہ ہیں، وہ رسول کریم ﷺ کی دختر نیک اختر ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی منظور نظر بیوی کی بیٹی ہیں، وہ رسول اکرم ﷺ کے سب سے زیادہ قریبی صحابی کی بیوی ہیں، اور سیدنا حسن اور حسین علیہما السلام جیسی پاکیزہ اولاد کی والدہ ماجدہ ہیں۔

کاش کہ میں اس کام کی استطاعت رکھتا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی سوانح حیات گلاب کی پتیوں پر کستوری کی سیاہی سے لکھ سکتا تاکہ ان کی سیرت ہر گھر کی زندگی و جان ثابت ہو۔ ہر گلاب کے پھول میں ان کی سیرت کی جھلک دکھائی دے جس سے کستوری کی خوشبو مہک کر فضا کو معطر کر رہی ہو، پھر اسی پر اکتفاء نہ ہو بلکہ ان کی سیرت ہر اس خاتون کے لیے نمونہ قرار پائے جو اس دنیاوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی امیدوار ہو اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا چاہتی ہو۔

بلاشبہ خواتین اہل بیت کی سیرت دنیا بھر کی خواتین کے لیے ہر دور میں بہترین زادراہ ہے۔ ان پاکیزہ طینت خواتین کی سیرت کے اثرات سے دل نور یقین سے دھڑکتے ہیں اور اس کے ذریعے تقویٰ کی خوبی حاصل ہوتی ہے یہی وہ خواتین ہیں جو عمدہ، نفیس اور قیمتی ہار میں پروئی گئیں، خانہ نبوی کے ساتھ ربط و ضبط پیدا ہونے کی وجہ سے عزت و شرف کے مقام پر فائز

ہوئیں اور دنیا بھر کی خواتین کی سردار کہلائیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام امام المتقین، سید المرسلین، خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نور چشم تھیں، خاندانی حوالے سے یہ قریشی، ہاشمی تھیں، آج ہم ان کا ذکر خیر کرنے کی سعادت ^① حاصل کر رہے ہیں۔ وہ پاکیزہ خانہ نبوی کی ایک خوشبودار کلی تھی جس گھر کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دلوں میں بڑا بلند مقام عطا کیا تھا، محبت کرنے والوں کے دلوں میں اس گھر کی بڑی شان تھی سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اپنے دور میں خواتین عالم کی سردار تھیں، نیز جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حسنین علیہما السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیٹیوں سے عمر میں چھوٹی لیکن آپ کو سب سے زیادہ لاڈلی تھیں۔ عمر کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی ترتیب حسب ذیل تھی۔ سب سے بڑی زینب، پھر رقیہ پھر ام کلثوم پھر چوتھی سید فاطمہ الزہراء تھیں علیہا السلام۔ امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام بعثت سے کچھ عرصہ پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ ^② حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اپنے والد کی بڑی چہیتی تھیں۔ ^③

① مسند احمد (۲/۲۸۲)، طبقات ابن سعد (۸/۱۹، ۳۰)، المعارف (ص: ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۵۸، ۲۰۰)۔ حلیۃ الاولیاء (۲/۳۹، ۴۳)، مستدرک حاکم (۳/۱۵۱، ۱۶۱)، الاستیعاب (۴/۳۶۳، ۳۶۹)، جامع الاصول (۹/۱۲۵)، اسد الغابۃ (۶/۲۲۰، ۲۲۷)، العبد (۱/۱۳)، مجمع الزوائد (۹/۲۰۱، ۲۱۲)، تہذیب التہذیب (۱۲/۴۴۰، ۴۴۲)، الاصابة (۴/۳۶۵، ۳۶۸)، کنز العمال (۱۳/۶۷۴)، نساء مبشرات بالجنة (۲/۵۳، ۹۴)، شذرات الذهب (۱/۱۳۴)، الصفول (ص: ۱۹۷، ۲۴۱، ۲۴۲، ۳۴۲)، البداية والنهاية (۶/۲۳۲)، الکامل فی تاریخ (۱۳/۲۷۱)، تفسیر القرطبی (۱۴/۲۴۱)، تہذیب الاسماء واللغات (۲/۳۵۲، ۳۵۳)، تاریخ الطبری (۶/۱۹۱)، سیر اعلام النبلاء (۲/۱۱۸، ۱۳۴)، عیون الاثر (۲/۳۶۴)، السیدة الحلبيۃ (۳/۳۹۱)، جوامع السیدة النبویۃ (ص: ۳۶)، زاد المعاد (۶/۳۶۶)، السمط الثمین (ص: ۱۷۱، ۱۸۳)، المجتبى (ص: ۹۷، ۹۶)، صفة الصفوة (۲/۹)، المواهب اللدنیۃ (۹۴، ۶۸، ۲)، درالسحابة (ص: ۲۷۳)۔

② سیر اعلام النبلاء (۲/۱۱۹)۔

③ الاصابۃ (۴/۳۶۵)۔

قصی بن کلاب

عبدالعزی

عبدمناف

اسد

ہاشم

خوید

عبدالمطلب

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

عبداللہ

حضرت محمد ﷺ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں۔

عبدالمطلب (شیبہ) بن ہاشم

عبداللہ

ابوطالب
(عبدمناف)

حضرت محمد ﷺ

علی

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان سے تین بیٹے: حسن، حسین، محسن رضی اللہ عنہ اور تین بیٹیاں: ام کلثوم، زینب اور رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ جناب محسن رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔

رقیہ رضی اللہ عنہا

زینب رضی اللہ عنہا

ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حسن رضی اللہ عنہ

حسین رضی اللہ عنہ

حسن رضی اللہ عنہ

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی چہیتی

جب ہم یہ چاہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صفات کو صرف ایک ایسے جملے میں بیان کریں جو تفصیلی بیان سے بے نیاز کر دے تو وہ ایک جملہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی چہیتی تھیں۔

انھیں اپنے والدین کے گھر بڑا اعلیٰ مقام حاصل تھا، ان کے والدین بھلا کون ہیں؟ انھیں کے والد گرامی سیدنا و حبیبنا، اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر معزز و محترم ہیں جن کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ام المومنین خدیجہ طاہرہ خواتین عالم کی سردار، رسول اللہ ﷺ کی معزز اور محبوب بیوی ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس بڑے گھر میں ایک اور بلند مرتبہ حاصل تھا کہ وہ ایک عظیم الشان مہم کی طرف متوجہ تھیں۔ جو مکہ معظمہ بلکہ دنیا بھر کے گھروں میں سے اس کے علاوہ کسی گھر میں دکھائی نہیں دیتی۔ میرے عزیز قاری آپ بلاشبہ یہ پوچھنا چاہیں گے کہ وہ عظیم الشان مہم بھلا کیا ہے؟ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ اسلامی دعوت کی مہم تھی جو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے پیارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے ذمے لگائی تھی اور آپ جس کی تبلیغ تمام لوگوں کی رہنمائی کے لیے کرتے تھے۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے تقویٰ اور پاکیزگی کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ انھوں نے تقویٰ کے ماحول میں پرورش پائی، بچپن میں اپنے ابا جان اور امی جان کو نمازیں پڑھتے اور تسبیحات کہتے دیکھا، خواتین اہل بیت میں سے یگانہ روزگار بننے کے لیے اس ماحول نے ان پر گہرے اثرات مرتب کیے، وہ اس طرح کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والدین کے گھر میں زیادہ عرصہ اکیلی ہی رہیں، اس لیے کہ بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی پھر سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی ان کی تیسری بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو عمر میں ان سے تھوڑی سی بڑی تھیں وہ بھی شادی کے بعد اپنے خاوند کے گھر سدھار گئیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے عظیم المرتبت والدین کے دلوں میں شفقت کی قابل رشک نعمت سے سرفراز ہوئیں اور انھوں نے اپنے والدین کے روحانی باغ سے محبت، شفقت اور رحمت کے پھول چنے، ان دونوں کی محبت اور شفقت ان کے نصیب میں آئی کیونکہ یہ خانہ محمدیؐ میں سب سے چھوٹی پاکیزہ اولاد تھی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کو اپنے والدین کے جنت نما گھر میں بڑا بلند مقام حاصل ہوا انھوں نے اپنے والدین سے وہ کچھ سیکھا جو مکہ معظمہ بلکہ کسی جگہ کی بھی کوئی دوشیزہ سیکھ نہ سکی انھوں نے قرآن حکیم کی آیات کی تعلیم حاصل کی ان کے سامنے رسول امین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الہی نازل ہوتی تھی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے ایمان کے گہوارے میں وقار، حیاء، عظمت اور یکسوئی سے پرورش پائی۔ انھیں نفسیاتی سکون، دلی تقویت اور باطنی اخلاص میسر تھا، وہ ایمان کو جانتی تھیں اور ایمان انھیں پہچانتا تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے اس مبارک گھر میں ساہا سال رہتے ہوئے اس نکتے کو اچھی طرح جان لیا کہ وہ ایسے عظیم خاندان کی چشم و چراغ ہیں کہ جن کے مقابلے کا کوئی بھی ایسے مرتبے پر فائز نہیں کہ اس کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچا جاسکتا۔ وہ اس قدر صاف ستھری ہیں کہ اس میں گدے پن کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاسکتا۔ اس میں خاندانی اصلیت، بزرگانہ شرافت، عمدہ صفات اور بہترین خوبیاں جمع ہو گئی ہیں، جن کی بناء پر وہ اپنی قوم کی بیٹیوں بلکہ دنیا بھر کی بیٹیوں میں منفرد اور ممتاز مقام پر فائز ہو گئی ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ طاہرہ علیہا السلام کی وفات کے بعد خانہ نبوی کے آنگن میں پروان چڑھیں۔ ان کے معزز ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نگہداشت کی اور شفقت اور لاڈ پیار کی برکھا برسائی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے بھی انھیں اپنے ماں باپ کی چہیتی قرار دیا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے اس ماحول میں پرورش پائی کہ انھیں اپنے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کا اعزاز حاصل ہوا جو پورے عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ انھوں نے قرآن کریم کی آیات سنیں جن کی نمازوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور تمام اوقات ان آیات کی گونج فضا میں سنائی دیتی ہے۔ انھیں ہر وقت قرآن و حدیث کی روشنی میں فیوض و برکات حاصل کرنے کے مواقع میسر رہے جن کی بنا پر وہ صحیح راہ پر گامزن رہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور بعثت محمدیہ

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے دنیا کے بہترین ماں باپ لے گھر میں جنم لیا اور بہترین ماحول میں پرورش پائی، اپنے ماں باپ کی اعلیٰ خوبیوں سے آراستہ ہوئیں اور ان کے اعمال صالحہ سے

خوشہ چینی کی، جس کی وجہ سے وہ خواتین عالم کی سردار کہلائیں۔

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو منصب رسالت پر فائز کیا گیا تو اس وقت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سب کچھ سمجھتی تھیں۔ انھوں نے بچپن ہی میں اپنی والدہ اور بہنوں زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے ساتھ اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کر لیا۔ انھوں نے قرآن کریم کی پہلی آیات اور پہلے احکام کو تسلیم کرنے کا اعزاز حاصل کیا اور آداب نبوت کو پیش نظر رکھا۔ اس طرح انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے دل میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا جس مقام تک خواتین اہل بیت میں سے کوئی خاتون نہ پہنچ سکی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر تمام لوگوں کی طرف بھیجا تاکہ آپ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں، سیدنا محمد ﷺ اسلام کی خفیہ اور علانیہ تبلیغ کرنے لگے۔ قریش تک رسول اللہ ﷺ کی دعوت پہنچی تو اس دعوت کو بعض قریبی اور بعض دور کے لوگوں نے قبول کیا۔ آپ ﷺ کی دعوت سے قریش کے خیالات میں ایک طوفان برپا ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے قریش کے بتوں کو اور جو کچھ انھیں آباؤ اجداد سے ورثے میں ملا تھا سب کو حماقت کا شاخسانہ قرار دے دیا تھا۔

عناد اور بغض رکھنے والوں کی ایک جماعت کھل کر سامنے آئی جنھوں نے مخالفت کا راستہ اختیار کر لیا تھا اور وہ عداوت پر اتر آئے تھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت سے نبرد آزما ہونے کی ٹھان لی تھی۔

قرآن کریم، حدیث شریف اور تاریخی کتابوں نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنھوں نے اپنے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کو مٹانے کے منصوبے بنا رکھے تھے اور ان لوگوں کے پیش پیش ابولہب بن عبدالمطلب، ابوجہل بن ہشام، ابی بن خلف، عاص بن وائل، نضر بن حارث، ام جمیل بنت حرب، عتبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف وغیرہ بہت سے لوگ تھے۔ اور ان سب سے زیادہ ابوجہل نے مسلمانوں کے خلاف عداوت کا بھرپور مظاہرہ کیا، وہ اپنی عداوت میں سرکشی کی حد تک پہنچا جسے اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں ان لوگوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار کر کے مارا جنہیں وہ بڑا کمزور سمجھتا تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بعثت نبوی کے ابتدائی دنوں میں ان کافروں اور معاندین کا مکہ معظمہ میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ کافروں کے خلاف ان کا موقف بالکل واضح اور دو ٹوک تھا۔

ایک سے زائد مرتبہ انھوں نے کافروں کو پوری جرأت و شجاعت سے چیلنج کیا اور انھیں منہ توڑ جواب دیا۔ وہ کافر دراصل ان کے ابا جان ﷺ کی دعوت سے خوف زدہ تھے۔

مستند کتابوں میں یہ روایت بیان ہوئی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حرم میں داخل ہوئے آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، مسلمان بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنا شروع کر دی، پاس ہی ایک بت کے نام پر ذبح کیے گئے اونٹ کی اوجھڑی، گوبر اور گندگی پڑی تھی۔

ابو جہل بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط اور کچھ دیگر قریشی بدمعاش کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو جہل نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے اللہ رب العالمین کے حضور سجدے کی حالت میں دیکھا تو وہ اپنے سیاہ کینے کو بروئے کار لاتا ہوا مجلس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم میں سے کون اس اوجھڑی کو پکڑ کر اس سجدے میں پڑے ہوئے کے کندھوں کے درمیان رکھے گا؟

سب مجلس والوں سے زیادہ بد بخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اس نے اوجھڑی پکڑ لی اور سجدے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ اہل مجلس یہ منظر دیکھ رہے ہیں اور کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں، زیادہ قہقہے مارتے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے ہیں، بیچارے وہاں بیٹھے کمزور مسلمانوں میں سے کسی کو یہ جرأت ہی نہیں ہو رہی تھی کہ اٹھ کر آپ کی پیٹھ سے اوجھڑی اٹھا کر دور پھینک دے۔ اچانک سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں انھوں نے اپنے ابا جان ﷺ کی پیٹھ سے گوبر سے بھری ہوئی اوجھڑی پکڑ کر دور پھینک دی اور آلودگی کو دھو ڈالا۔ پھر انھوں نے بزدل کینے ابو جہل، عقبہ بن ابی معیط اور دیگر جتنے بھی مذاق اڑانے والے تھے ان کی طرف غصے سے دیکھا اور انھیں خوب سنائیں۔ وہ کھسیانے ہو کر سب کچھ سنتے رہے اور ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان کے ساتھ پیش آنے والے معاملے کو اللہ رب العزت کے حوالے کر دیا جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں اور وہ علیم وخبیر ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو اپنے رب کے حضور ہاتھ اٹھا کر یہ دعاء مانگی:

((اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِشِيبَةِ بْنِ رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ

هَشَامُ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأُمِّيَّةَ بْنِ خَلْفٍ))

”الہی! شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے، الہی ابو جہل بن ہشام کو تباہ و برباد کر دے، الہی عقبہ بن ابی معیط کو تباہ و برباد کر دے، الہی امیہ بن خلف کو تباہ و برباد کر دے۔“

جب مذاق اڑانے والے بدمعاشوں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز کو سنا تو ان کے قمقمے ماند پڑ گئے اور آوازیں پست ہو گئیں اور ان کی بناوٹی خوشی جاتی رہی، وہ رسول اللہ ﷺ کی دعاء سن کر بڑے خوف زدہ ہو گئے کیونکہ وہ اپنے برے کردار کو جانتے تھے۔^①

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝﴾ (الشعراء: ۲۷/۲۷)

”اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب علم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دو چار ہوتے ہیں۔“

یہ خبر پورے مکہ میں پھیل گئی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جو ان پتھر دل لوگوں کو سنائیں جن کو شیطان نے اپنے چنگل میں جکڑ رکھا تھا اور انھیں جھوٹے وعدوں میں الجھا رکھا تھا، یہ سب کچھ سن کر ان کے عناد میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا بلکہ وہ جھگڑے پر اتر آئے اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف گھناؤنی سازشیں کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو رسول اکرم ﷺ پر اپنا فضل و کرم کیا تھا اس پر وہ اور زیادہ حسد کرنے لگے اور یہ ان کے بدبودار خبث باطن کی وجہ سے تھا اور یہ ان کے اس عظیم المرتبت ذات کے بارے میں تکبر اور حیرانگی کا اظہار تھا جس نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی پھر ان کو ایک معبود حقیقی کی طرف دعوت دی جو یکتا اور غالب معبود برحق ہے۔

انھوں نے اپنے آپ کو ایک دور دراز گہری وادی میں پایا کہ انھیں اپنی جانوں پر بھی کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔ ان کفار کے بیٹوں اور بیٹیوں کی کثیر تعداد رسول اللہ ﷺ کی تابع فرمان ہو گئی اور انھوں نے سیدنا محمد ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے کی گواہی دے دی۔ اس

① دلائل النبوة للبيهقي (۲/۲۷۸، ۲۸۰)، انساب الاشراف (۱/۱۲۵) البداية والنهاية (۳/۴۴۵)، نساء مبشرات بالجنة (۲/۶۱، ۶۲)۔

کی وجہ سے کافروں کے دلوں میں حسد، بغض اور ظلم کے شعلے بھڑکنے لگے، ان کے مونہوں سے بغض کا اظہار ہونے لگا، جبکہ ان کے سینوں میں حسد اور بغض فزوں تر تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو ایسی بے تکی سنانے لگے جس سے مسلمانوں کے پاکیزہ دل افسردہ ہوئے لیکن وہ کافر اپنی گمراہی میں سرگرداں رہے۔

ایک دن سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا حرم شریف میں تشریف لے گئیں وہاں ان کی نگاہ بڑے بڑے مجرموں پر پڑی کہ وہ ابو جہل کی قیادت میں حطیم میں بیٹھے باہمی مشورہ کر رہے ہیں اور اس نئے دین اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے یہ بات اپنے کانوں سے سنی کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ جب محمد ﷺ بازار میں تمھارے پاس سے گزرے تو ہر کوئی ان کو مارے۔ یہ باتیں سن کر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جلدی جلدی اپنے ابا جان کے پاس گھر آئیں اور آنسو بہاتے ہوئے ان سے عرض کیا: ابا جان! میں قریش کے سرداروں کو حطیم میں اس حالت میں چھوڑ کر آئی ہوں کہ انھوں نے لات، مناة، عزی، اساف اور نائلہ بتوں کی قسمیں کھا کر باہمی معاہدہ کیا ہے کہ جب وہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ پر اپنی تلواروں کے وار کر کے آپ کو قتل کر دیں گے۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑے شفقت بھرے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا: میری پیاری بیٹی! آنسو نہ بہاؤ اللہ تعالیٰ تیرے باپ کی ضرور حفاظت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ گئے وضوء کیا پھر روانہ ہوئے اور مسجد حرام میں داخل ہوئے، کافروں نے آپ کو دیکھ کر سر اٹھائے اور پھر جھکا لئے۔ آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور ان پر پھینکتے ہوئے کہا:

((شَاهَتِ الْوُجُوهُ))

”چہرے بگڑ جائیں۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، کسی کو ایک بات کہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی، خوف نے ان کے منہ کو بند کر دیا اور گھبراہٹ ان پر چھا گئی، وہ کھڑے انگشت بندناں حیران و پریشان رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہے ہیں، یوں دکھائی دیتا ہے جیسے لکڑیاں زمین میں گڑی ہوئی ہیں اور اس وقت ایسی آیات کریم نازل ہو رہی تھیں جو ان شر

پسند عناصر کو برے انجام، رسوائی اور عار سے ڈرانے والی تھیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے قریش کے سرداروں کے خلاف جرأت مندانہ طرز عمل کو بھلایا نہیں جاسکتا۔

یہاں صفحات میں اتنی گنجائش نہیں کہ خاتون جنت کی سیرت کے واقعات تفصیل سے بیان کیے جائیں ہم یہاں پر الاستیعاب میں بیان کردہ تاریخی واقعہ کا تذکرہ کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ جس میں سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں جرأت مندانہ اقدام کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے جس سے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام خواتین میں ایک بلند مقام پر فائز نظر آتی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام ملعون، کافر، بت پرست ابو جہل کے پاس سے گزریں تو اس نے بڑے غصے سے دیکھتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا اس طرح اس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیٹی کے خلاف اپنے شدید غصے کا اظہار کر دیا۔ اس زنائے دار تھپڑ سے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام شدید درد محسوس کرنے لگیں اور وہ کہنے ابو جہل کی طرف دیکھنے لگیں جس نے ایک ایسی کمزور دوشیزہ پر ہاتھ اٹھایا جو بیچاری نہ اپنے پاس ہتھیار رکھتی ہے اور نہ زور بازو، لیکن اس ناہنجار نے بڑی کمینگی کا ثبوت دیا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام سیدھی قریش کے سردار ابوسفیان بن حرب کے پاس گئیں اور اسے ذلیل، کہینے، بزدل ابو جہل کی شکایت لگائی۔ ابوسفیان یہ بات سن کر بھڑک اٹھا اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے ہمراہ اس جگہ پہنچا جہاں ابو جہل بیٹھا تھا، پھر گرج دار آواز میں انھیں کہا کہ اس کہینے کو اسی طرح تھپڑ مارو جس طرح اس نے تجھے مارا تھا، اس کا ستیاناس ہو اس کو ایک کمزور لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آئی، کہینہ کہیں کا۔

تو سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے ابو جہل کے اسی طرح زوردار تھپڑ رسید کیا جس طرح اس نے مارا تھا۔ اس طرح سیدہ نے اپنا بدلہ لے لیا اور ابو جہل شرمندہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسے یہ احساس دلایا گیا کہ اس نے بڑی کمینی حرکت کی ہے۔

اس کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اپنے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور انھیں اس ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ داستان سننے کے بعد یہ دعاء کی:

((اللَّهُمَّ لَا تَنْسَهَا لِأَبِي سُفْيَانَ))

”اے الہی ابوسفیان کے اس کارنامے کو نہ بھلانا۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی اس دعاء کو قبول کیا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بصیرت کو کھول دیا، اس نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر کے اپنا نام خوش بخت لوگوں میں لکھوا لیا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور غم کا سال

سال بیت رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ قریش کی مجلسوں میں اللہ خالق کائنات کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے اور انھیں اسلام جیسے دین قیم کی طرف بلاتے رہے، کبھی تو وہ آپ کی بات سن لیتے لیکن اکثر و بیشتر مذاق سے ٹال دیتے۔ رسول اللہ ﷺ صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بھرپور تعاون حاصل تھا۔ ان دونوں کی محبت اور ہمدردی کی وجہ سے آپ کو ہر قسم کی سختی اور پریشانی آسان محسوس ہونے لگی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اسلام کی ہمدرد اپنی والدہ ماجدہ کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی قوم تکلیف پہنچاتی تو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ان کے دل سے غم و اندوہ کی آنچ کو صاف کرتی اور وہ اپنی والدہ ماجدہ کو دیکھتی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مشکل اوقات میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں جس سے آپ کو دلی سکون میسر آئے اور اس قابل رشک کردار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے دل میں انھوں نے اور زیادہ اعتماد پیدا کر دیا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اس چیز کا مشاہدہ کر رہی تھیں کہ امی جان مادی اور روحانی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی تائید میں ہر قسم کے وسائل استعمال کر رہی تھیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی نگرانی میں عمل، معرفت، نورِ اخلاص اور تقویٰ کی راہ پر گامزن تھیں۔

دعوتِ محمدیہ کو شروع ہوئے کئی سال بیت گئے، قریش کا فر ایک دن صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے کعبہ کے قریب اکٹھے ہوئے، ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے، عقل و دانش منتشر دکھائی دے رہی تھی، ان کے دل کینے، بغض اور غصے سے بھرے ہوئے تھے، وہ آپس

میں یہ سوچ رہے تھے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا معاملہ دن بدن مضبوط ہوتا جا رہا ہے اور ان کے پیروکار بڑھتے جا رہے ہیں۔

وہ دیکھو! قریش نو جوانوں کا سردار حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا ہے، پھر طرفہ تماشاً یہ کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گیا ہے، مسلمانوں کا کام بلند ہوتا جا رہا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ کافروں کے ہوش و حواس اس وقت اڑتے ہوئے دکھائی دینے لگے جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ بعض مسلمان مکہ چھوڑ کر حبشہ میں آباد ہو گئے اور وہاں انھیں ہر قسم کا امن اور سکون میسر ہے، انھیں ایک عادل اور ہمدرد حکمران کا تعاون حاصل ہے وہ بڑے امن اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں، انھیں رہنے کے لیے بہترین گھر مل گئے ہیں اور بہترین پڑوسی مل گئے ہیں۔ کافر سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ اب کیا کیا جائے کس طرح مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کی جائے؟ کیونکہ یہ تو دن بدن بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ نظر بن حارث جس کو قریش کے معاشرے میں بڑی اہمیت حاصل تھی، اس نے کہا: میرے خیال میں ایک تجویز آئی ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے راستے میں بند باندھا جاسکتا ہے، سب نے کان کھڑے کیے اور کہا جلدی کیجیے بتائیے وہ کیا تجویز ہے؟

اس نے کہا مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا جائے انھیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا جائے، ان سے رشتے ناطے بالکل نہ کیے جائیں اور انھیں بازاروں میں نہ جانے دیا جائے اور نہ ہی باہر سے کھانے پینے کی کوئی چیز ان کے پاس آنے دی جائے۔ اس طرح یہ مجبور ہو کر اپنے پیشوا کو ہمارے سپرد کر دیں گے۔ اس طرح ان کا ناطقہ بند کیا جاسکتا ہے سب نے یہ تجویز سن کر واہ واہ کہا اور کہنے لگے: آفرین تیری دانش پر بہت دور کی سوچی ہے۔ کیا بات ہے! کمال کر دیا آپ نے۔ جیتے رہو خوش کر دیا ہمارے دلوں کو۔ واقعی ان کا علاج یہی ہے۔ شعب ابی طالب میں محصور ہی یہ مر کھپ جائیں گے۔

بد معاشوں اور ناعاقبت اندیشوں نے ایک معاہدہ لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ ہم بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مکمل بائیکاٹ کرتے ہیں اور اس معاہدے کو کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا اس طرح رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں چلے گئے۔ یہ واقعہ نبوت کے ساتویں سال ماہ محرم میں پیش آیا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، خواتین اہل بیت کے علاوہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کی خواتین بھی

شعب ابی طلب میں محصور ہو گئیں۔

دن رات اس تنگ ماحول میں گزرنے لگے، جو کچھ ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں تھیں ختم ہو گئیں، پیٹ خالی ہو گئے، آنکھیں تاڑے لگ گئیں، جسم کے جوڑ مضحل ہونے لگے، بچے رونے لگے، وہ کھانا مانگنے لگے، عورتیں یہ ہولناک منظر دیکھ کر آنسو بہاتی تھیں اور مردوں کے دل یہ صورت حال دیکھ کر پھٹے جاتے تھے۔ بھوک بنو ہاشم اور بنو مطلب کو چمٹی رہتی تھی لیکن انھوں نے مسلسل تین سال اس ظالمانہ بائیکاٹ کے دوران سیدنا محمد ﷺ کی مدد سے ہاتھ نہ اٹھایا۔

اہل ایمان کے جسم سکڑ گئے، سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کو اس دوران سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، اس کا جسم کمزور ہو گیا، اس کی والدہ سیدہ خدیجہ علیہا السلام محاصرے کی وجہ سے بیمار ہو گئی۔ تین سال کے بعد بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب سے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے باہر آئے، اس آزمائش نے ان کے ایمان میں اور زیادہ اضافہ کر دیا۔

اس دوران ام المومنین سیدہ خدیجہ علیہا السلام طرح طرح کی تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا ہو گئی، اس دردناک محاصرے نے ان کے جسم پر بڑا منفی اثر ڈالا، جس کی وجہ سے وہ بستر سے لگ کر رہ گئیں، اس دوران سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور ان کی بہن سیدہ ام کلثوم علیہا السلام نے اپنی والدہ کی خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی۔ محاصرہ ختم ہوئے ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ علیہا السلام وفات پا گئیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے محسوس کیا کہ ایک شفیق ہمدرد، اسلام کی معاون خاتون، اہل بیت کی سرکردہ، وسعت ظرف رکھنے والی اور دعوت اسلام کو مدد بہم پہنچانے والی ایک جلیل القدر خاتون سیدہ خدیجہ علیہا السلام دنیا سے رخصت ہو گئی ہیں۔

سیدہ خدیجہ علیہا السلام کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام ان کے نقش قدم پر چلنے لگیں تاکہ خواتین اہل بیت بلکہ خواتین عالم میں ایک بلند مقام پر فائز ہو جائیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور ہجرت کے واقعات

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے دسویں سال سیدہ خدیجہ علیہا السلام وفات پا گئیں، مشرکین رسول اللہ ﷺ کو مزید تکالیف میں مبتلا کرنے لگے، پہلے کی نسبت زیادہ ستانے لگے، سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے حادثات کا پچشم خود مشاہدہ کر رہی

تھیں، ان اندوہناک واقعات میں دن بدن بلکہ لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جب سے فوت ہوئیں گھر غم و اندوہ کا گہوارہ بن گیا۔ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء اور ان کی تمام بہنیں رضی اللہ عنہن بہت افسردہ خاطر تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شفقت، محبت، حلیقہ اور ہمدردی کی وجہ سے ان کی زندگی میں یہ گھر خوشیوں، رونقوں اور برکتوں کا مرکز دکھائی دیتا تھا اور خاص طور پر اس گھر میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وجود بڑا غنیمت اور بابرکت سمجھا جاتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ طائف کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے نکلے لیکن آپ کو تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ نے واپس آ کر بڑے سوز، رقت اور درد دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور طائف کے باشندوں کی ہدایت کے لیے دعائیں کیں۔ یہ انداز رسول اللہ ﷺ کی عظمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی دونوں بیٹیوں سیدہ فاطمہ الزہراء اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما نے روتے ہوئے آپ کے ہاتھوں کو چوما، رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو پوری تفصیل بتائی کہ کس طرح طائف کے باشندوں نے ان پر آوازے کسے، کس طرح پتھر مار کر لہو لہان کیا لیکن ساتھ ہی اپنی لاڈلی بیٹی کو یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد کرے گا، اپنے نبی کو غالب کرے گا، سارا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے، حکم اسی کا چلتا ہے اللہ عنقریب تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انصار کے دلوں میں انشراح پیدا کر دیا اور انھوں نے نئے دین کی دعوت کو محبت بھرے انداز میں قبول کیا۔

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ان کے گھروں میں فروکش ہوں، وہ ان کی حفاظت کریں گے اور اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنے بچوں اور خواتین کی حفاظت کرتے ہیں۔

ہجرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا مسلمان، انصار کے مرکز یشرب کی طرف ہجرت کر گئے پھر رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے اپنے مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا ملے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء اور اس کی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما مکہ معظمہ میں نبی کریم ﷺ کے گھر میں اکیلی رہ گئیں۔ ان کے ساتھ ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کے ساتھ رسول اللہ

ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد شادی کی تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ کا قاصد مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ آیا اور خانہ نبوی کی خواتین کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے گیا۔

اس طرح سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی سعادت حاصل کرنے کا شرف ملا اور یوں وہ اللہ اور اس کے رسول مقبول کی خاطر ہجرت اختیار کرنے والے خوش نصیبوں میں شامل ہوئیں۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ اپنی کتاب سیرت نبوی میں رقم طراز ہیں کہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستے میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بعض تکالیف کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ قریش کے ایک مشرک حویرث بن نقیذ نے مہاجرین کے قافلے پر حملہ کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ اونٹ بدک گیا جس پر سیدہ فاطمہ الزہراء اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں۔ اونٹ کے بدکنے کی وجہ سے وہ نیچے گر گئیں، اس طرح حویرث اللہ اور اس کے رسول کی ناراضی کا نشانہ بنا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جسمانی لحاظ سے بہت کمزور ہو چکی تھیں کیونکہ والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد انھیں بہت غم و اندوہ کا سامنا کرنا پڑا اور اس سے پہلے شعب ابی طالب کا ظالمانہ محاصرہ ان کی صحت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوا تھا۔ لیکن سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اپنے خالق حقیقی پر یقین بے پناہ تھا اور حوادث زمانہ سے ان کے یقین میں اور زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مہاجرین کے قافلے کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئیں لیکن دوران سفر حویرث بن نقیذ کے حملے کی وجہ سے وہ اونٹ سے گرنے اور چوٹیں آنے کی بنا پر بہت زیادہ تھک چکی تھیں۔ جب یہ مدینہ منورہ پہنچیں تو رسول اللہ ﷺ نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خیر مقدم کیا اور انھوں نے مسلم خواتین میں اپنا ایک بلند مقام بنا لیا اور شہسوار اسلام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ازدواجی زندگی ایسی وفاداری سے بسر کرنا شروع کی کہ خواتین کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

جب ہمیں اس حقیقت کا علم ہو چکا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کو دلی طور پر لاڈ پیار تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہسواروں کے سردار خانہ نبوی میں پرورش پانے والے، اہل بیت کے سرکردہ فرد تھے۔ اہل بیت وہ نیک لوگ ہیں جن پر اللہ راضی ہو گیا وہ مدرسہ نبویہ کی ایک ہستی جلیل تھے، وہ تاریخ اسلامی کی ایک عظیم

ہستی تھے، بلاشبہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ عظمت سید الاولین والآخرین، سید المرسلین، سربراہ خانہ نبوی کی خصوصی تربیت کی مرہون منت ہے۔

جس طرح سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت عمدہ، اعلیٰ اور نفیس ہے اس طرح سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سیرت اعلیٰ، ارفع اور عمدہ ہے۔ اہل بیت میں ان پاکیزہ اور نیک لوگوں کی سیرت روح کی غذا، مجلس کی رونق، دل کی سکینت اور آخرت کا زاد راہ ہے۔ بلاشبہ ان کی سیرت فضائل و خصائل کے اعتبار سے ہر زمانے اور ہر جگہ کے رہنے والے لوگوں کے لیے ایک نمونہ ہے۔ کس قدر خوش آئند گفتگو ہے جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کے بارے میں کی جاتی ہے، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تربیت پائی جو پوری کائنات کے لیے بہترین نمونہ بنا کر بھیجے گئے، بچپن ہی سے اخلاق محمدیہ کا پرتو ان پر پڑنے لگا اور اسی ماحول میں وہ جوان ہوئے اور اپنے ہم عمروں میں ممتاز دکھائی دینے لگے۔

غزوہ بدر میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بہادری اور جوانمردی کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ وہ جنگ بدر کے بعد شہسوار اسلام کے نام سے جانے پہچانے لگے، انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کئی مرتبہ عزت و تکریم میسر آئی لیکن اس سے ان کے تقوے، تواضع اور انکساری میں اضافہ ہی ہوا۔ غرضیکہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فضائل و محاسن اور اعلیٰ اخلاقیات میں اپنے ہمجولیوں پر بازی لے گئے۔

اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں انھیں بلند مقام پر فائز کیا اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا رفیق حیات بنانے کے لیے ان کا انتخاب کر لیا۔ مستند تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی ہو جائے لیکن آپ نے ہر کسی کو یہی جواب دیا:

((أَنْتَظِرُ بِهَا الْقَضَاءَ))

”میں اس کے بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کرتا ہوں۔“

ایک دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب کے ساتھ شرماتے ہوئے عرض کی:

((تَزَوَّجْنِي فَاطِمَةَ))

”میری شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیجیے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر مسکرائے پھر فرمایا: ذرا ٹھہریے میں بیٹی سے مشورہ کر

لوں۔ آپ اندر تشریف لے گئے فرمایا: میری بیٹی! تیرے چچا کا بیٹا علی تجھ سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تیرا کیا خیال ہے۔؟ یہ سن کر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، وہ رو پڑی، انھوں نے روتے ہوئے کہا: قریش میں مالی اعتبار سے سب سے کمزور ہیں۔ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیٹی کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

((مَالِكُ تَبَكُّينَ يَا فَاطِمَةُ؟ فَوَاللَّهِ لَقَدْ اَنْكَحْتُكَ اَكْثَرَهُمْ عِلْمًا وَاَفْضَلَهُمْ حِلْمًا وَاَوَّلَهُمْ سِلْمًا))

”فاطمہ روتی کیوں ہو، میں نے تیری شادی اس سے کی جو سب سے بڑھ کر عالم، سب سے زیادہ بردبار اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز رکھنے والا ہے۔“

یہ ہیں اصل میں انسان کی خوبیاں جن کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

مال و دولت کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں اور نہ ہی انسان کو پرکھنے کے لیے دولت کو پیمانہ بنانا چاہیے۔ یہ باتیں سن کر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مطمئن ہو گئیں اور رضامندی کا اظہار کر دیا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خطبہ نکاح

جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے شادی پر رضامندی کا اظہار کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا کہ میری بیٹی نے اللہ اور رسول کی خوشنودی کو ترجیح دی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے تو وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن مہر کا ہونا ضروری تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مال کہاں!؟ وہ تو زاہدین کے بھی امام تھے، نبی کریم ﷺ نے ان سے پوچھا: آپ کے پاس کوئی چیز ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کچھ بھی نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا:

تیری ہٹمی درع (زرہ) کہاں ہے؟

سیدنا علی نے کہا: وہ تو میرے پاس ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہی مہر میں دے دو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے وہ درع دے کر اپنے غلام کو بازار بھیجا اور وہ اسے چار سو درہم میں بیچ آیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو رقم میسر آئی ہے اس کی ایک تہائی کی تو خوشبو لے لو اور باقی کا دیگر ساز و سامان بنا لو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایسے ہی کیا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور فلاں فلاں انصاری رضی اللہ عنہم کو بلا لائیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ گئے ان سب کو دعوت دی کہ وہ جلد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ جب یہ حضرات آپ کے پاس پہنچ کر مجلس میں بیٹھ گئے تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم خود اپنا خطبہ نکاح پڑھو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ حکم سن کر بڑے ادب و احترام سے رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے، چہرے پر حیاء کے آثار نمایاں تھے اور شرماتے ہوئے آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ کلمات کہے:

((الْحَمْدُ لِلَّهِ شُكْرًا لِّانْعَمِهِ وَأَيَادِيهِ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شَهَادَةً تَبْلُغُهُ وَتَرْضِيهِ وَهَذَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ زَوْجَنِي ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ عَلَى صَدَاقٍ مَبْلُغُهُ أَرْبَعُمِائَةٍ دِرْهَمٍ فَاسْمَعُوا مَا يَقُولُ وَأَشْهَدُوا))

”اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات کا شکر بجالاتے ہوئے تمام تر تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ایسی گواہی دیتا ہوں جو اس تک پہنچتی ہے اور اس کو راضی کرتی ہے اور یہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے رسول مقبول ہیں انھوں نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے حوالہ عقد میں چار سو درہم حق مہر پر دے دی ہے۔ لہذا تم جو کچھ بھی یہ فرماتے ہیں اسے سنو اور گواہ بن جاؤ۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے فرمایا:

((الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَحْمُودِ بِنِعْمَتِهِ، الْمَعْبُودِ بِقُدْرَتِهِ، الْمُطَاعِ لِسُلْطَانِهِ، الْمَهْرُوبِ إِلَيْهِ مِنْ عَذَابِهِ، النَّافِذِ أَمْرَهُ فِي أَرْضِهِ

وَسَمَاءِهِ، الَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهِ، وَنَبَّرَهُمْ بِأَحْكَامِهِ
وَأَعَزَّهُمْ بِدِينِهِ وَأَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))
”تمام تر شکر اللہ کا ہے جو نعمت کے ساتھ قابل تعریف ہے، اپنی قدرت کے ساتھ
معبود حقیقی ہے، اپنی حکمرانی کی بناء پر اس کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اس کے عذاب
سے ڈر کر اسی کی طرف بھاگا جاتا ہے۔ اس کا حکم اس کی زمین اور آسمان میں نافذ
ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انھیں اپنے احکام سے روشن کیا
انھیں اپنے دین سے غالب کیا اور انھیں اپنے نبی سیدنا محمد ﷺ کے ذریعے عزت
بخشی۔“

یہ خطبہ پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ازدواجی نظام معاشرت کو، باہمی تعلقات کی مضبوطی اور نسل انسانی کی
بقاء کے لیے عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم کیا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ
قَدِيرًا﴾ (الفرقان: ۵۳/۲۵)

”وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا پھر اس نے نسب اور سسرال کے دو
الگ الگ سلسلے چلائے، تیرا رب بڑا ہی قدرت والا ہے۔“

اللہ کا حکم اس کے فیصلے کی طرف رواں دواں ہے اور اس کا فیصلہ اس کی تقدیر کی
طرف رواں دواں ہے اور ہر مدت ضبط تحریر میں لائی گئی ہے اللہ جس کو چاہتا ہے مٹا
دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے جمادیتا ہے اور اس کے پاس ہے تقدیر کی کتاب۔

حاضرین مجلس! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ میں تمہیں گواہ بناتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہ
رضی اللہ عنہا کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے چار سو درہم حق مہر کی بنیاد پر کی ہے اگر علی رضی اللہ عنہ راضی ہیں تو میں ان
دونوں کے لیے برکت کی دعاء کرتا ہوں اللہ ان کے باہمی اتفاق و اتحاد کو قائم و دائم رکھے ان
دونوں سے عمدہ نسل معرض وجود میں آئے اور ان کی نسل کے پاس رحمت کی کنجیاں ہوں، حکمت

کے خزانے ہوں اور امن و سکون ہو، بس میں یہی کہنا چاہتا ہوں، اللہ مجھے اور آپ سب کو مغفرت میں لپیٹ لے۔

یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے متمتا اٹھا اور انھوں نے بھری محفل میں کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے قبول ہے، میں دلی طور پر خوش ہوں، پھر اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ شکرانے کے طور پر سجدہ ریز ہو گئے۔ جب انھوں نے اپنا سر اٹھایا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ دعاء دی:

((بَارَكَ اللَّهُ لَكُمْ وَعَلَيْكُمْ وَأَسْعَدَ جَدَّكُمْ وَأَخْرَجَ مِنْكُمْ الْكَثِيرَ الطَّيِّبَ))

”اللہ تم دونوں کے لیے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے تم دونوں کے خاندان کو سعادت نصیب کرے اور تم دونوں سے کثیر اور عمدہ اولاد معرض وجود میں لائے۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ کھجوروں کا تھال لاؤ کھجوروں کا بھرا ہوا تھال پیش کر دیا گیا تو سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ کھجوریں کھائیں اور انھوں نے دونوں میاں بیوی کے لیے سعادت کی دعاء کی۔^①

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور شادی کی برکت

شادی کے موقع پر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو جہیز میں جو سامان دیا گیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- ① چار پائی۔
- ② چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔
- ③ نہانے کے لیے برتن۔
- ④ مشکیزہ۔
- ⑤ چھاننی۔

① سنن النسائی (۶۲/۶)، مستدرک حاکم (۱۶۷/۲)، مسند احمد (۳۵۹/۵)، طبقات ابن سعد (۱۹/۸)، مجمع الزوائد (۲۰۹/۹) دلائل النبوة للبيهقي (۱۶۰/۳)، اسد الغابة رقم (۷/۷۵)، البداية والنهاية (۳۴۶/۳)، السمط الثمين (ص: ۱۷۱، ۱۷۳)، الصواعق المحرقة (ص: ۱۳۲)۔

٦ تولیہ۔

٧ پیالہ۔

٨ آٹا پینے کے لیے چکی۔

٩ دو عدد مکے۔

یہ خواتین عالم کی سردار کا جہیز تھا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا سامان سے اپنے گھر کو سجایا تا کہ دختر رسول سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا استقبال شایان شان طریقے سے ہو اور انھیں یہ پتہ چلے کہ واقعی ان کے گھر زہد و تقویٰ کا غلبہ ہے۔ شب زفاف آئی بنو عبد المطلب، مہاجرین و انصار خوشی سے جھوم اٹھے۔ اس دن حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بطل جلیل سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے علی! دلہا کے لیے ضروری ہے کہ وہ ولیمے کا اہتمام کرے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس ایک مینڈھا ہے چند انصاری بھائیوں نے کچھ غلہ جمع کیا اس طرح ولیمے کا انتظام کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! میرا انتظار کرنا، ^① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر گئے، اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹا پانی لاؤ۔ وہ اٹھی پانی کا پیالہ بھرا اور شرماتی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا: ”میرے اور قریب آؤ“ ان کی آمد سے فضا میں خوشبو مہکنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے اور سر پر پانی کے چھینٹے مارے اور یہ دعاء کی:

((اللَّهُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ))

”الہی! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔“

پھر آپ نے دوبارہ پانی منگوایا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پانی کا پیالہ لائے آپ نے اس پر بھی اسی طرح پانی کے چھینٹے مارے اور یہ دعاء کی:

((اللَّهُمَّ بَارِكْ فِیْهِمَا، وَبَارِكْ عَلَیْهِمَا وَبَارِكْ لَهُمَا فِی سَبْلِهِمَا)) ^②

”الہی ان دونوں میں برکت عطا کر اور ان دونوں پر برکت کی برکھا برسا اور دونوں

کے لیے ان کی اولاد میں برکت عطا کرنا۔“

① الاصابة (۳/۳۶۶)۔

② مجمع الزوائد (۱/۲۰۹)، السمط الثمین (ص: ۱۷۶، ۱۷۷)۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ دونوں سورتیں پڑھیں۔

اور ان دونوں کے لیے برکت کی دعاء کی۔ سیدنا حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ چوتھے دن اپنی بیٹی کے گھر آئے، حال احوال دریافت کیے۔ خوشگوار انداز میں باتیں کیں۔ دونوں میاں بیوی کو آپ نے اپنے مواعظ حسنہ سے نوازا، دونوں نے بڑے غور سے رسول اللہ ﷺ کی نصیحت آموز باتیں سنیں، آپ کی آمد سے گھر کے در و دیوار سے خوشیوں کی بہار کے پھول گرتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور قریب گھر

حوالہ جات کے نئے مراجع، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تھی اس وقت ان کا مکان نبی کریم ﷺ کے گھروں سے بہت دور تھا۔ رسول اللہ ﷺ فضائل و محاسن کے اعتبار سے بڑے بلند مقام پر فائز تھے، انھیں اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ پیار تھا، آپ ان کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔

آپ کو اپنی بیٹی سے زیادہ دیر تک جدائی دل پر گراں گزرتی، شادی کے بعد چونکہ ان کی رہائش کافی دور تھی، ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے گھر گئے اور آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیری رہائش میرے قریب آ جائے۔ انھوں نے شرماتے ہوئے اپنا سر جھکا لیا تو مسجد نبوی کے قریب حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر اس مقصد کے لیے خالی کر دیا۔^①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَدْ تَحَوَّلَ حَارِثَةُ عَنَّا حَتَّى قَدْ اسْتَحْيَيْتُ))

”حارثہ نے ہمارے لیے اتنے گھر بد لے کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔“

کیونکہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مسجد نبوی کے قریب گھر چاہتے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رہائش مسجد نبوی کے قریب لانا چاہتے ہیں یہ میرے گھر آپ کے بالکل قریب ہیں۔ میں اور میرا سارا مال اللہ اور اس کے

① رجال مبشرون بالجنة۔

رسول ﷺ ہی کا ہے۔ اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! جو آپ مجھ سے لے لیتے ہیں وہ مجھے اس کی نسبت کہیں زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو آپ چھوڑ دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ سچ کہتے ہیں، اللہ تجھے برکت دے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے حاصل کیے ہوئے گھر میں منتقل کر دیا جو آپ کے گھر سے متصل تھا۔^①

علامہ سمہودی اپنی کتاب وفاء الوفاء میں رقم طراز ہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر اس نشیبی جگہ پر واقع تھا جو اب روضہ رسول میں شامل ہو چکی ہے ان کے گھر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے درمیان ایک کھڑکی تھی جس میں ایک روشندان سا بنا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس روشندان سے جھانک کر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ ایک دن سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے دونوں بیٹے بیمار ہیں اگر آپ ہمارے لیے چراغ کا اہتمام کر دیں تو بہتر ہوگا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بازار گئے اور چراغ خرید لائے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے چراغ کو رات کے وقت روشن کرنا شروع کر دیا ایک رات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نظر چراغ پر پڑی تو آپس میں کچھ باتیں بھی ہوئیں باتوں میں قدرے تلخی بھی پیدا ہوئی صبح ہوئی تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اس روشندان کو بند کر دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بند کر دیا۔

اس طرح سیدہ فاطمہ الزہراء اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی رہائش کا انتظام نبی کریم ﷺ کے قریب کیا گیا۔ دونوں میاں بیوی نے اپنے گھر کا انتظام نبی کریم ﷺ کی اقتداء پر استوار کیا۔

دونوں میاں بیوی نہایت کفایت شعاری سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے باہمی تعاون کی بنیاد پر گزارا کرتے تھے۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور زہد و تقویٰ کی زندگی

جب رسول اللہ ﷺ خود امام المتقین اور امام الزاہدین تھے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا دنیا بھر میں سب سے بڑھ کر زاہد و عابد خاتون تھیں، تنگ دستی اور فاقہ مستی کے باوجود ان کی زندگی سعادت اور خوش نصیبی کی زندگی تھی۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس دنیا کا ساز و سامان اور زیب و زینت ذرہ برابر بھی نہ تھی۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

① طبقات ابن سعد (۸/۱۶۶)، السمط الثمین (ص: ۱۷۴، ۱۷۵)۔

ﷺ نے جان بوجھ کر اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو دنیاوی مال و متاع پر فوقیت دی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء ﷺ کا شعار اور مطمع نظریہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَتَاءُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى﴾

(النساء : ۷۷/۴)

”کہہ دیجیے کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت ہی بہتر ہے اس شخص کے لیے جس نے تقویٰ اختیار کیا۔“

اس لیے سیدہ فاطمہ الزہراء ﷺ نے آخرت کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا اور اس کے لیے حسب استطاعت کوشش کی تاکہ وہ ان لوگوں میں شمار ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ

سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ۝﴾ (الاسراء : ۱۹/۷۱)

”اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی اس حال میں کہ وہ مؤمن ہے تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش قابل قدر ہے۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل کرتی ہوئی اللہ خالق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا تک پہنچانے والے راستے پر چلیں تاکہ انھیں وہ سب نعمتیں نصیب ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مؤمن و صابر عورتوں کے لیے سدا بہار جنت کی صورت میں تیار کر رکھی ہیں جس میں لہلہاتے ہوئے باغ بھی ہیں چشمے بھی اور عزت کی رہائش گاہیں بھی۔ سیدہ فاطمہ الزہراء ﷺ نے اپنے خاوند سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ زہد و تقویٰ کی بنیاد پر زندگی بسر کی اور معیشت کی تنگی ترشی کے باوجود صبر و تحمل سے زندگی بسر کی۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امام الزاہدین تھے ان کی نظر دینا میں اسی چیز پر ہوتی جو آخرت تک پہنچانے کا باعث بنے۔

وہ مالی اعتبار سے تنگ دست تھے لیکن زہد و تقویٰ سے مالا مال تھے وہ گھر کے لیے کوئی خادم نہ خرید سکتے تھے اور نہ ہی اجرت پر رکھ سکتے تھے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء ﷺ کو گھر کا کام کاج خود نہ کرنا پڑے۔ اس لیے انھوں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ دختر رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء ﷺ کے گھر کے باہر کے کام وہ خود اپنے ذمے

لے لیں اور گھر کے اندرونی کام آٹا پیسنا، آٹا گوندنا اور روٹی تیار کرنا وغیرہ وہ خود کر لیا کریں گی۔^①

حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر ناگوار گزرتا کہ گھریلو کام کاج کی زیادتی نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو کمزور کر دیا ہے، آٹا پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے ہیں۔ ان کا جسم نحیف ہو چکا ہے لیکن ان کی یہ مجبوری تھی کہ ان کے پاس مالی وسائل نہیں تھے کہ گھریلو کام کاج کے لیے کوئی خادم رکھ لیں۔

ایک دن مدینہ منورہ میں کسی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد مال غنیمت اور غلام آئے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ کام کی زیادتی کی وجہ سے بہت کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ پانی ڈھوتے ڈھوتے آپ تھک چکی ہیں مجھے تنہا یہ حالت دیکھ کر سینے میں جلن ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ابا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام بھیج دیئے ہیں آپ بھی جا کر ایک خادم کا مطالبہ کر دیں تاکہ وہ پانی لانے اور آٹا پیسنے میں آپ کا ہاتھ بٹا سکے۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ہاں! آٹا پیسنے کی وجہ سے میرے ہاتھوں پر نشان پڑ چکے ہیں۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کے پاس گئیں، آپ نے اپنے ہاں بیٹی کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! سنائیے کیا حال ہے کیسے آنا ہوا؟

انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں سلام کرنے آئی تھی۔ شرم و حیا کی وجہ سے کوئی سوال نہ کیا اور خالی ہاتھ واپس گھر چلی آئیں۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: فاطمہ کیا بنا؟
سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے سوال کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی تو میں بغیر کچھ کہے واپس چلی آئی۔

پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ایک دوسرے کو دلاسا دیتے ہوئے اور شرماتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، صورت حال سے آگاہ کرتے

① مجمع الزوائد (۵۶/۹)، صفة الصفوة (۵۴/۲)، تاریخ الاسلام للذہبی (عہد الخلفاء الراشدین ص ۹۲۱)، سیر اعلام النبلاء (۱۲۵/۲)، نساء مشبرات بالجنء (۶۵/۱)، الاستیعاب (۳۶۳/۴)۔

ہوئے ایک خادم کا مطالبہ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بڑے شفقت بھرے انداز میں فرمایا: دیکھئے اصحاب صفہ بے چارے کئی دنوں سے بھوکے ہیں، میں ان غلاموں کو بیچ کر ان کی قیمت اصحاب صفہ پر خرچ کروں گا دونوں خالی ہاتھ واپس چلے گئے لیکن دونوں کے دل مطمئن تھے اور یہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ان کا بولنا وحی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی بات کرتے ہیں تو حق کی بات کرتے ہیں ابھی وہ گھر پہنچے ہی تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ دونوں میاں بیوی آپ کے استقبال کے لیے اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: بیٹھے رہو۔ اور آپ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جو تم نے مجھ سے سوال کیا تھا؟

دونوں نے کہا: ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھائے ہیں کہ تم ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ کہا کرو، دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر اور جب سونے لگو تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔^① یہ وظیفہ بتا کر رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی نے پوری زندگی اس وظیفے کو اپنا معمول بنائے رکھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور شفقت نبویؐ

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام شفقت نبوی کی خوشہ چین تھیں، انھوں نے اپنے ابا جان ﷺ سے شفقت کا فیض حاصل کر کے اسے اپنی عادت کا حصہ بنا لیا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کی شفقت کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہوئیں اور اس شفقت اور محبت کا فیض حاصل کیا جو رسول اللہ ﷺ کے دل سے ظاہر ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ کی شفقت و محبت کے آگے سیدہ فاطمہ

① صحیح البخاری کتاب الفقات باب عمل المداة فی ابیت زوجها رقم الحدیث (۵۳۶۱)، صحیح مسلم کتاب الذکر و الدعاء باب التسبیح اول النهار و عند النوم رقم الحدیث (۲۷۲۷)، سنن الترمذی رقم الحدیث (۳۴۰۸) سنن ابی داؤد رقم الحدیث (۲۹۸۸)، مسند احمد (۸۰/۱)، (۹/۶، ۱۰۷)، سنن الدارمی رقم الحدیث (۲۵۶۹)، المعجم الزوائد (۲۲، ۲۱/۵)، الاصابة (۳۹۸/۳)، السمط الثمین (ص: ۱۷۸)، نساء مبشرات بالجنة (۲۰/۷۰۶۸)۔

الزہراء علیہا السلام کو اپنی طبعی شفقت اور نرمی بھی قدرے سخت محسوس ہوتی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی اور شفقت تو بے مثال تھی، اس کی تشبیہ تو کسی سے نہیں دی جاسکتی تھی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی زندگی میں شفقت کا انداز مختلف اوقات میں مختلف صورتوں میں سامنے آتا رہا۔ لیکن دونوں میاں بیوی کے باہمی تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے کبھی کبھار اگر ایک دوسرے سے کوئی شکوہ شکایت ہوتی تو وہ معمولی نوعیت کی ہوتی۔

سیدنا علی علیہ السلام بھی زندگی بھر سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کتنا بڑا مقام و مرتبہ ہے، اس سعادت نے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے اس گھر میں اپنے پر پھیلانے رکھے جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش کو ختم کر دیا تھا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے اپنے نیک دل خاوند کے ساتھ سعادت کی زندگی بسر کی۔

سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام دختر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کر کے اپنے آپ کو خوش بخت سمجھتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ سیدنا علی علیہ السلام کی طبیعت میں قدرے ناگوار اثرات محسوس ہوتے، انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا، سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اس صورت حال سے رنجیدہ خاطر بھی ہوئیں۔ میاں بیوی کی باہمی رنجیدگی بھی بسا اوقات محبت کی علامت ہوا کرتی ہے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے گھر تشریف لے جا رہے تھے اور آپ کے مبارک چہرے پر غم کے آثار تھے اور جب سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے گھر سے باہر نکلے تو آپ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گھر میں داخل ہونے سے پہلے غمگین دکھائی دے رہے تھے لیکن جب آپ گھر سے باہر نکل رہے تھے تو آپ بہت خوش تھے!!؟ آپ نے فرمایا: مجھے جو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں ان کے درمیان میں نے صلح کرائی ہے۔^①

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام چونکہ بڑی حساس طبیعت کی مالک تھیں، معمولی بات بھی ان کے دل پر بہت زیادہ اثر کرتی، اس لیے سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کسی بات پر

① طبقات ابن سعد (۲۶/۸)، نساء مبشرات بالجنة (۷۶/۲)، الاصابة (۳۶۸/۴)،

السمط الثمین (ص: ۱۷۹)۔

گھریلو معاملات میں کبھی ترش لہجے میں بات کی تو وہ اس سے بہت زیادہ اثر لیتیں۔

رسول اللہ ﷺ اپنی لاڈلی بیٹی کے چہرے کو دیکھ کر بھانپ لیتے اور انھیں لاڈ پیار سے سمجھاتے اور ان کے سامنے خاوند کی اہمیت کو اجاگر کرتے تو وہ مطمئن ہو جاتیں۔ جب ابو جہل کی بیٹی نے اسلام قبول کیا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بہت ناگوار گزرا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر روتے ہوئے آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

مسند امام احمد، ترمذی اور مستدرک حاکم میں سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

((إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِنُنِي مَا آذَاهَا وَيُنْصِبُنِي مَا أَنْصَبَهَا))

”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے جو چیز اس کے لیے ناگوار ہوتی ہے وہ مجھے بھی ناگوار گزرتی ہے۔“^①

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صورت حال دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی دلجوئی اور تکریم کے پیش نظر کیا۔ حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کی محبت اور شفقت میسر رہی اور انھوں نے زندگی کے ہر مرحلے پر رسول اللہ ﷺ کی شفقت کی خوشبو کو محسوس کیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر داخل ہوئے تو دونوں میاں بیوی ہنس رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر دونوں خاموش ہو گئے۔ آپ نے پوچھا: کیوں کیا بات ہے میرے آنے سے پہلے تم دونوں ہنس رہے تھے مجھے دیکھتے ہی خاموش ہو گئے؟

① مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة بنت النبی ﷺ حدیث (۲۴۴۹)، سنن الترمذی المناقب عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فی فاطمة بنت محمد ﷺ حدیث (۳۸۶۷)، سنن ابی داؤد حدیث (۲۰۷۱)، سنن ابن ماجہ حدیث (۱۹۹۸)، مسند احمد (۳۲۸/۳)، سیر اعلام النبلاء (۱۱۹/۲)، درالسحابة (ص: ۲۷۴)۔

انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی آمد سے پہلے ہمارے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی کہ ہم دونوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو کون زیادہ پیارا ہے؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تیری نسبت مجھ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔

جبکہ میں کہتی ہوں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو تجھ سے زیادہ پیاری ہوں۔ رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا: بیٹی تم اپنے باپ کی لاڈلی ہو اور علی مجھے تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔ ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آپ کو زیادہ پیارا ہوں یا فاطمہ؟

آپ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور آپ مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عزیز ہیں۔^①

المعجم الکبیر طبرانی میں ابن جریج کے حوالے سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے بیشتر احباب نے بتایا کہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں اور آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھیں،^② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا: ((فَدَاكِ اَبِيْ وَاُمِّيْ))^③

”تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“

یہ نبوی شفقت ایک ایسا سرچشمہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا اور یہ شفقت اور محبت اپنے ابا جان کی طرف سے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ساری عمر میسر رہی۔

نبی کریم ﷺ کا یہ وصف اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۱۲۸/۹)

”اور (آپ) مؤمنوں کے ساتھ شفیق و مہربان ہیں۔“

① مجمع الزوائد (۹/۲۰۵)۔

② مجمع الزوائد (۹/۱۱)، درالسحابة (ص: ۲۷۸)۔

③ درالسحابة (ص: ۲۷۹)۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور نبی کریم ﷺ کی خوشنودی

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ امام الزاہدین اور ہر خوبی میں سید العالمین تھے تو بلا شک و شبہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی انھیں کے نقش قدم پر چلیں اور عمدہ فضائل کو حاصل کرنے میں ان کی خوشہ چینی اور تمام معاملات میں ان کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی متمنی رہیں۔ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضا سے بڑھ کر بھی کوئی چیز عزیز ہو سکتی ہے؟ کالے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے بڑھ کر بھی کوئی چیز افضل و برتر ہو سکتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (نساء: ۸۰/۳)

”جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے دل میں شدید تمنا رکھتی تھیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کی جائے تاکہ وہ عظیم کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہر وقت یہی پیش نظر رہتا کہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ ایک واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو مستند تاریخی کتابوں میں مذکور ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کو کس طرح دلی طور پر چاہتی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور دیر تک ان کے پاس رہتے۔ ایک مرتبہ آپ سفر پر روانہ ہوئے تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے چاندی کے دو کڑے، گلے کا ہار اور دو بالیاں بنوا لیں اور گھر کے دروازے پر پردہ لٹکا لیا۔ یہ اقدام اپنے ابا جان اور خاوند کے اعزاز میں کیا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے آپ کے ہمراہ جو صحابہ کرام تھے وہ دروازے پر ٹھہر گئے انھیں سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہاں کھڑے رہیں یا واپس چلے جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ دیر تک سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرے، رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر آئے تو آپ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے اور منبر پر وعظ کے لیے بیٹھ گئے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے کڑے، ہار، بالیاں اور دروازے کا پردہ دیکھ کر ناراض ہوئے ہیں، انھوں نے کڑے، ہار اور بالیاں اتاریں دروازے سے پردہ

اتارا اور یہ ساری چیزیں کسی کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیں اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھیجا کہ یہ سب چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔

یہ چیزیں دیکھ کر اور پیغام سن کر تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا:

”یہ میری بیٹی کا کارنامہ ہے اس کا باپ اس پر قربان ہو۔“ یہ دنیا محمد اور آل محمد صلی اللہ ﷺ کے لیے نہیں ہے۔ اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکھی کے پر جتنی بھی ہوتی تو کافر کو دنیا میں پینے کے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔“

سبحان اللہ! محبت اس کو کہتے ہیں۔ اطاعت ایسی ہوتی ہے۔

میرے پیارے قابل احترام قاری! کیا آپ نے دیکھ لیا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کے لیے کیا عمدہ کردار ادا کیا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیگر خواتین کی طرح زیورات کا کوئی شوق نہ تھا اور نہ انھیں دنیا کی زیب و زینت سے کوئی دلچسپی تھی، وہ دنیاوی چیزیں بقدر ضرورت استعمال کیا کرتی تھیں، وہ اس سلسلے میں اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتی تھیں، جن کی یہ دعاء تھی:

((اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا))

”الہی! آل محمد کو بقدر ضرورت رزق عطا کر۔“

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تقویٰ کے حوالے سے اپنے دور کی خواتین سے سبقت لیے ہوئے تھیں، ان کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کا حصول تھا۔

ایک دفعہ ایسے ہوا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو سونے کی زنجیر بطور تحفہ دی جو انھوں نے گلے میں پہن لی۔ لیکن مستقل اسے پہننے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی رضامندی حاصل کرنا بہت ضروری تھا کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رضامندی اور خوشنودی سب سے زیادہ مقدم تھی۔

نسائی میں رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیرہ کی بیٹی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ہاتھ میں بڑی بڑی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ دیکھ کر ناگوار گزرا تو اس نے اس کا تذکرہ شکوے کے انداز میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ یہ بات سنتے ہی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے گلے سے سونے کی

زنجیر اتار کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور ان کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر دیکھ کر ناگواری کا اظہار کیا اور آپ بیٹھے بغیر گھر سے چلے گئے تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اسی وقت وہ زنجیر بازار میں فروخت کرنے کے لیے بھیج دی اور اس کی قیمت سے ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا، آپ کو یہ بات بیان کی گئی تو فرمایا:

((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْجَى فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ))

”شکر ہے اس اللہ کا جس نے فاطمہ کو آگ سے نجات دی۔“^①

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور اس میں انھیں عہد نبوت میں انفرادیت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نادر خوبی کی بنا پر وہ خواتین عالم کی سردار کہلائیں اور انھیں یہ بلند مرتبہ انہی خوبیوں کی وجہ سے ملا جو اللہ علیم وخبیر نے انھیں عطا کی تھیں اور انھیں ممتاز خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لاڈ پیار کیا کرتے تھے بلکہ اہل بیت کی سب خواتین سے زیادہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پیار تھا اور اہل بیت کے سب مردوں سے زیادہ آپ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے تھے۔ اہل بیت کے مرد و خواتین کی تعداد تو بہت تھی لیکن آپ ان دونوں کو زیادہ ترجیح دیتے تھے۔

امام ترمذی نے اپنی کتاب میں عبد اللہ بن عطا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بریدہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

((كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاطِمَةُ وَمِنْ الرِّجَالِ عَلِيُّ يَعْنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ))

”اہل بیت کی خواتین میں سب سے زیادہ رسول ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لاڈ پیار کرتے تھے اور مردوں میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پیار تھا۔“^①

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور جہاد کی فضیلت

جب ایک ریسرچ سکالر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت پر نگاہ ڈالتا ہے تو اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کی تمام خواتین میں ہر پہلو کے لحاظ سے ممتاز دکھائی دیتی ہیں۔

① سنن النسائي كتاب الزينة باب كراهية للنساء رقم الحديث (٥١٣٠)، مسند احمد (٢٤٨ / ٥)، مستدرک حاکم (١٥٢ / ٣)، (١٥٣)۔

جب میں نے ان کی خوشبودار سیرت کے زیر سایہ چلنا شروع کیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ میدان ہائے جہاد میں بھی بڑے بلند مقام پر فائز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمان خاتون کو میدان جہاد کی طرف نکلنے کی اجازت اس لیے دی کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے بیماروں کی تیمارداری اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا فریضہ سر انجام دے سکیں اور اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں مجاہدین کے حوصلے بلند کرنے کی خدمات سر انجام دے سکے اور اس لیے بھی مسلمان خاتون کو میدان ہائے جہاد کی طرف جانے کی اجازت دی گئی کہ مجاہدین کے لیے کھانے پینے کا انتظام کر سکیں۔

اسی لیے مسلم خواتین اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ایمانی پلیٹ فارم پر کامیاب زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ جہاد کے پلیٹ فارم پر بھی نمایاں کردار ادا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔

غزوہ احد میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان اور اپنے خاوند کے ہمراہ شریک ہوئی تھیں۔ ابھی شادی کو ایک سال نہیں ہوا تھا کیونکہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی ۲ ہجری میں غزوہ بدر کے بعد ہوئی تھی اور غزوہ احد ۳ ہجری کو وقوع پذیر ہوا تھا۔

میدان احد میں دونوں لشکر آپس میں نبرد آزما ہوئے مسلمانوں کے دل توحید سے دھڑک رہے تھے جبکہ مشرکین کے دل مسلمانوں کے خلاف بغض اور کینے سے بھرے ہوئے تھے، اس لیے کہ انھوں نے مشرکین کو گزشتہ سال میدان بدر میں عبرت ناک شکست سے دوچار کیا تھا۔

میدان کارزار میں زور کارن پڑا، ابتدا میں جنگ کا پلڑا مسلمانوں کے حق میں بھاری رہا۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مشرکین کی صفوں میں گھس کر ان کے بہادر لڑاکوں کے پرچے اڑانے لگے اور ان کے شہسواروں کے سر قلم کرتے ہوئے باواز بلند جنگ کا کوڑا امٹ امٹ استعمال کر رہے تھے لیکن جنگ کی صورت حال اس وقت بدل گئی جبکہ درے میں موجود تیر اندازوں نے درے کو چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اس موقع کو غنیمت

جانتے ہوئے مشرکین مسلمانوں پر پل پڑے اور انھیں تہ تیغ کرنے لگے، مسلمانوں کے لیے صورت حال بڑی نازک ہو گئی، بہت سے مجاہد اس دوران جام شہادت نوش کر گئے، فتح شکست میں تبدیل ہوتی دکھائی دینے لگی، مجاہدین کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن اس نازک ترین موقع پر مجاہدین کی ایک جماعت نے دیوانہ وار مقابلہ کیا اور رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے میں انتہائی جرأت کا مظاہر کیا۔ اس دوران ایک بہادر خاتون نسیم بنت کعب مازنیہ رضی اللہ عنہا میدان جنگ میں ظاہر ہوئیں اور انھوں نے مشرکین کے پرچے اڑا دیئے۔^①

دوران جنگ چار قریشی جوانوں نے باہمی طور پر معاہدہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے دم لیں گے اور یہ چاروں بد بخت یہ تھے:

- ① عبد اللہ بن شہاب زہری۔
- ② عتبہ بن ابی وقاص زہری۔
- ③ عمرو بن قمعہ۔
- ④ ابی بن خلف۔

جب لڑائی اپنے پورے جو بن پر تھی تو یہ اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لیے میدان میں اترے۔ عبد اللہ بن شہاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی کو زخمی کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ کے چہرہ مبارک سے خون بہہ رہا تھا۔

عتبہ بن ابی وقاص نے رسول اللہ ﷺ کے نچلے ہونٹ پر زخم لگایا اور آپ کے اگلے دانت شہید کر دیئے۔

عمرو بن قمعہ نے آپ کے رخسار پر زخم لگایا اور آپ کے کندھے پر تلوار کا وار کیا۔ رسول اللہ ﷺ پورا مہینہ اس درد کو محسوس کرتے رہے۔

ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا تو وہ باآواز بلند یہ کہہ رہا تھا کہ اب میرے نشانے سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نیزہ سے اس کی گردن پر وار کیا جس کی وجہ سے وہ چنگھاڑتا ہوا گھوڑے سے نیچے آگرا اور اس زخم کی تاب نہ لاتا ہوئے مکے کی طرف جاتے ہوئے راستے میں جہنم واصل ہوا۔^②

جنگ احد اپنے اختتام کو پہنچی، رسول اللہ ﷺ کا جسم اور چہرہ زخمی تھا، آپ کے چہرہ مبارک سے خون بہہ رہا تھا، اس دوران سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی لے کر

① نساء مبشرات بالجنة (۱/ ۱۲۶، ۹۱)۔

② رجال مبشرون بالجنة (۲/ ۲۸، ۲۷)۔

آئے اور رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو دھونے لگے۔

اس مشکل گھڑی میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے قابل رشک خدمات سرانجام دیں۔

امام بیہقی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جنگ احد میں مہاجر اور انصار خواتین میدان جہاد کی طرف روانہ ہوئیں انھوں نے کھانا

اور پانی اپنے ساتھ لیا ہوا تھا۔ جب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نگاہ اپنے ابا جان پر پڑی کہ وہ زخمی ہیں تو وہ دوڑ کر انھیں چٹ گئیں اور آپ کے چہرے سے خون صاف کرنے لگیں۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ یہ فرما رہے تھے:

((اَشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ دَمَوْا وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ))

”اللہ کا غضب ہوا اس قوم پر جس نے اللہ کے رسول کا چہرہ زخمی کر دیا۔“^①

امام بخاری نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے، آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے، آپ کے سر میں خود دھنس گئی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا خون کو دھور ہی تھیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال سے پانی بہا رہے تھے۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی بہانے سے خون رکنے کی بجائے اور زیادہ

نکل رہا ہے تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کپڑے کی ایک ٹاکی کو آگ لگائی جب وہ جل کر راکھ

ہو گئی تو اسے زخم پر لگا دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔^②

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان احد سے واپس پلٹے وہاں اللہ کے شیر سیدنا

حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو دفن کیا اور ان کے ساتھ ان شہسواران اسلام کو بھی دفن کیا جنھوں

نے میدان احد میں جام شہادت نوش کر لیا تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ میں اپنے ابا جان کی دیکھ بھال کرنے لگیں، یہاں

تک کہ رسول اللہ ﷺ کے زخم ٹھیک ہو گئے۔

① دلائل النبوة للبیہقی (۳/ ۲۸۳)۔

② صحیح البخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی ﷺ من الجراح يوم احد

رقم الحديث (۴۰۷۵)، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسير باب غزوة احد رقم

الحديث (۱۷۹۰)، سنن الترمذی رقم الحديث (۲۰۸۵)، سنن ابن ماجہ رقم

الحديث (۳۴۶۵)، مسند احمد رقم الحديث (۲۱۷۶۳)۔

مدینہ منورہ میں دن گزرنے لگے رسول اللہ ﷺ یکے بعد دیگرے جنگوں میں شریک ہوتے رہے اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے بھی غزوات میں بڑا نمایاں اور بھرپور کردار ادا کیا، غزوہ خندق میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے دیگر مسلمان خواتین کے ساتھ مل کر بڑی اہم عسکری خدمات انجام دیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فتح نصیب کی اور دشمن کے تمام گروہ بری طرح شکست سے دو چار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے لشکر بھیج دیئے، اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوش ہوئے، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر انتہائی دلی مسرت کا اظہار کیا۔

۷ ہجری میں ایک اعلان ہوا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنے ابا جان اور اپنے خاوند کے ہمراہ روانہ ہوئیں خیبر کے قلعے فتح ہوئے، اللہ کے لشکروں کے سامنے ان قلعوں کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی گئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو مال غنیمت سے مالا مال کر دیا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر کے مال غنیمت میں ۸۵ وسق گندم مال غنیمت میں سے ملی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا میدان ہائے جہاد میں تمام صحابیات طیبات میں ممتاز مقام پر فائز دکھائی دیتی ہیں۔ انھوں نے پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ وفاداری میں گزار دی۔

غزوہ فتح مکہ کے موقع پر تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی وفاداری کی انتہا کر دی۔ ہوا یہ کہ فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان بن صخر بن حرب مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کی توثیق کے لیے مدینہ منورہ پہنچا، اس کے حلیفوں نے معاہدہ توڑ دیا تھا، مدینہ منورہ میں کسی نے بھی ابوسفیان کو کوئی اہمیت نہ دی یہاں تک کہ اس کی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کی آمد پر رسول اللہ ﷺ کا بستر لپیٹ لیا تھا اور اپنے باپ کا خندہ پیشانی سے استقبال نہیں کیا تھا۔ انھوں نے اس انداز سے اپنے باپ کا استقبال کیا جیسے دل بجھا ہوا ہو اور طبیعت پر ناگوار اثرات ہوں۔ انھوں نے اپنے باپ کی آمد پر کسی گرم جوشی اور شوق کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ وہ ابھی تک اپنے شرک پر قائم تھا وہ اپنی بیٹی کے گھر سے غضب ناک حالت میں نکلا اس نے امید کی کہ شاید ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گرم جوشی سے اس کا استقبال کریں گے اور معاہدے میں توسیع کا وعدہ لے دیں گے لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں یہ کہا

کہ میں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تابع ہوں اور سر مو بھی آپ کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتا اور یہی جواب سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما نے دیا کہ ہم لمحہ بھر کے لیے بھی حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ذرہ برابر بھی کسی اقدام کا سوچ بھی نہیں سکتے ہم اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بات کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے۔

یہ جواب سن کر ابوسفیان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ اب کیا کرے اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جانا چاہیے شاید وہ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکیں کیونکہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بڑے بہادر شہسوار ہیں ممکن وہ اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کر سکیں۔ یہ سوچ کر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور وہاں ان کے پاس ہی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی بچے تھے جو اپنے ماں باپ کے سامنے کھیل رہے تھے۔ ابوسفیان نے بڑے پر امید لہجے میں کہا:

علی! آپ میرے حق میں ساری قوم سے بڑھ کر ہمدرد ہیں، میں ایک کام کی غرض سے آیا ہوں، مجھے امید ہے کہ آپ میرا ضرور تعاون کریں گے اور مجھے ناکام واپس نہیں کریں گے، آپ میرے حق میں سیدنا محمد ﷺ سے سفارش کر دیں۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر کہا:

ابوسفیان! مجھے افسوس ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حوالے سے بڑا پختہ ارادہ رکھتے ہیں، ہم اس سلسلے میں آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتے۔ یہ جواب سن کر ابوسفیان کو اپنے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہونے لگی، اس نے یہ محسوس کیا کہ ایک زہر آلود خنجر اس کے دل میں پیوست ہو گیا ہے۔

اس نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑی لجاجت سے کہا: اے دختر رسول ﷺ! آپ ہی میری مدد کریں مجھے پناہ دے دیں۔ انھوں نے کہا: میں ایک خاتون ہوں، میں بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں؟ میں معذرت چاہتی ہوں۔

ابوسفیان نے کہا: آپ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا نے بھی تو اپنے خاوند ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو پناہ دے دی تھی اور آپ کے ابا جان نے اس پناہ کو قبول کر لیا تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کی مرضی ہے، میں اس سلسلے میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

ابوسفیان سمجھ گیا کہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے پناہ نہیں دینا چاہتیں۔ ابوسفیان نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اس نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اپنے حسن رضی اللہ عنہ سے کہہ دیں کہ وہی مجھے پناہ دے دے، یہ بچہ آگے چل کر سرزمین عرب کا سردار بننے والا ہے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے صاف الفاظ میں کہا: ابھی میرا بیٹا اس عمر کو نہیں پہنچا کہ یہ کسی کو پناہ دے سکے، ویسے بھی رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے خلاف یہاں آپ کو کوئی بھی مسلمان پناہ نہیں دے گا اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ ابوسفیان کبیدہ خاطر ہو کر واپس چلا گیا، اسے اپنی منشاء کے مطابق کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی، اس کے بعد مکہ فتح ہوا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان کے غسل کرنے کا اہتمام کیا، آپ نے غسل کرنے کے بعد آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ فتح مکہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ واپس ہوئیں اور وہاں اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ کی نگرانی میں خوش و خرم زندگی بسر کرنے لگیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور پاکیزہ اولاد

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کے دن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعاء کی تھی:

((اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِمَا وَبَارِكْ عَلَيْهِمَا وَبَارِكْ فِي نَسْلِهِمَا))

”الہی ان دونوں میں برکت عطا کر ان دونوں پر برکت نچھاور کر اور ان دونوں کی نسل میں برکت عطا کر۔“

دن گزرنے لگے سیدہ فاطمہ الزہراء اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دونوں میاں بیوی خوشگوار زندگی بسر کرنے لگے، دونوں کے دل خوش تھے کہ ان کے ہاں ایک بچہ جنم لینے والا ہے۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بہت خیال رکھتے تھے، اس چھوٹے اور سادہ سے گھر میں خوشیوں کی بہار نازل ہونے والی تھی دونوں کے دلوں میں یہ امنگ تھی کہ اللہ تعالیٰ پاکیزہ اولاد سے نوازے۔

۳ ہجری شعبان کا مہینہ شروع ہوا، ولادت کا دن قریب آیا، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے رب کے حضور دعاء کی کہ وہ رفیقہ حیات کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے، وہ ابھی اپنے رب کے ساتھ مناجات میں مصروف تھے کہ گھر کے آنگن میں نومولود کے رونے کی آواز آئی تو کسی نے باواز بلند کہا: مبارک ہو بیٹا پیدا ہوا ہے! یہ خوشی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی کہ بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹے نے جنم لیا ہے تو آپ تشریف لائے، بیٹے کو ایک زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے گھر والوں سے کہا کہ کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ بچے کو زرد رنگ کے کپڑے میں نہ لپیٹنا بلکہ سفید کپڑے میں لپیٹنا۔

تو اہل خانہ نومولود کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے پاس لائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوئے۔

ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا، سر کے بال اتروائے اور بالوں کے برابر وزن میں چاندی صدقہ میں دی۔^①

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تاکہ نومولود کو دیکھ سکیں۔

دلائل النبوة بیہقی میں مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب بیان کرتے ہیں کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، اس کا تم نے نام کیا رکھا ہے؟

انھوں نے بتایا کہ ہم نے اس کا نام ”حرب“ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں اس کا نام ”حسن“ ہے۔^②

① دلائل النبوة للبیہقی (۱۶۱/۳)، مسند احمد (۱/۹۸، ۱۱۸)، مستدرک حاکم (۳/۱۶۵، ۱۶۸)، مجمع الزوائد (۸/۵۲)، ابن حبان رقم الحدیث (۲۲۲۷)۔

② سنن الترمذی کتاب الاصحاح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب العقیقة بشاة رقم الحدیث (۱۵۱۹)، موطا امام مالک رقم الحدیث (۹۳۶)، مسند احمد (۶/۳۹۰، ۳۹۲)، مجمع الزوائد (۳/۵۷)، نسائی (۴/۱۶۵، ۱۶۶)، تحفة المودود لا بن قیم الجوزیة (ص: ۹۷، ۹۹)۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیٹے کی ولادت پر بہت زیادہ خوش ہوئے ان کا دل خوشی سے معمور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پاکیزہ اولاد سے نوازا ہے۔ وفور مسرت کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سجدے میں گر گئے اور یہ دعاء کرنے لگے:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعِيذُكَ بِكَ وَوَلَدَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ))

”الہی!..... اسے اور اس کی اولاد کو مرد و شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔“

حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے رب کے حضور گڑ گڑاتے ہوئے دعاء کرنے لگے جس طرح اس سے پہلے سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعاء کرتے ہوئے کہا تھا:

((وَجْعَلُهُ رَبِّ رَضِيًّا)) (مریم۔ ۵/۱۹)

”اے میرے پروردگار! اسے پسندیدہ بنا دے۔“

ایک شاعر نے تعریف کرتے ہوئے اور مبارک باد دیتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

هُنَّتْ بِالْوَلَدِ السَّعِيدِ فَقَدْ أَتَى
وَفَقَّ الْمُرَادِ وَأَنْتَ وَفَقَ مُرَادِهِ
اللَّهُ يَبْقِيَهُ وَيَبْقِيكُمْ لَهُ
حَتَّى تَرَى الْأَوْلَادَ فِي أَوْلَادِهِ

”تجھے نیک بخت بیٹے کی مبارک ہو، وہ تیری مراد کے مطابق ہوا اور تو اس کی مراد کے مطابق ہے، اللہ اسے باقی رکھے اور تمہیں اس کے لیے باقی رکھے، یہاں تک کہ تم اس کی اولاد کی اولاد کو دیکھ سکو۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر بہت زیادہ خوش تھیں اور وہ اپنے آپ کو بڑی سعادت مند سمجھتی تھیں:

العقد الفرید میں مذکور ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو لوری دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا کرتی تھیں:

وَبَابِي وَبَابِي
غَيْرُ شَبْنُ شَبْنُ
النَّبِيِّ بِعَلِيٍّ

”ہائے رے میرے باپ! یہ نبی کا ہم شکل ہے یہ علی کا ہم شکل نہیں۔“^①

۴ ہجری میں جب ماہ شعبان شروع ہوا تو شعبان کی پانچ تاریخ کو سیدہ فاطمہ الزہراء ؑ کے ہاں دوسرے بیٹے نے جنم لیا، ماں باپ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ نانا جان رسول اللہ ﷺ بھی بہت خوش ہوئے اور اس کا نام ”حسین“ رکھا۔ اس کا بھی بڑے بھائی کی طرح عقیقہ کیا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے دائیں کان میں اذان دی۔^②

پھر سیدہ فاطمہ الزہراء ؑ کے ہاں ۵ ہجری کو زینب بیٹی نے جنم لیا اور ۷ ہجری کو دوسری بیٹی ام کلثوم نے جنم لیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں نواسوں کے ساتھ بے انتہا محبت کیا کرتے تھے۔ ترمذی میں سیدنا انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ ؑ سے فرمایا کرتے تھے: میرے بیٹوں کو لائیں۔ وہ جب انھیں پیش کر دیتیں تو آپ انھیں اپنی گود میں لے کر چومتے۔

سیدنا حسن بن علی ؑ کو رسول اللہ ﷺ اپنے کندھے پر اٹھا لیتے اور یہ فرماتے:
(اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ)

”الہی!..... میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔“^③

رسول اللہ ﷺ اپنے نواسوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں نواسے میرے لیے دنیا کے دو خوشبودار پھول ہیں۔

دونوں چھوٹے بھائی سیدنا حسن اور حسین ؑ ایک دن کھیل رہے تھے رسول اللہ ﷺ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ حسن اور حسین ؑ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک دوسرے کو پچھاڑ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے حسین سے کہا:
حسین جلدی کرو!!

① مسند احمد (۶/۲۸۳)۔

② سنن الترمذی کتاب الاضاحی باب الاذان فی اذن المولود رقم الحدیث (۱۵۱۴)، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الصبی یولد فیوذن فی ادنہ رقم الحدیث (۵۱۰۵)، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث (۷۹۸۶)۔

③ صحیح البخاری کتاب اللباس باب السخاب للصبيان رقم الحدیث (۵۸۸۴)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل الحسن والحسين رقم الحدیث (۲۴۲۱)، ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۴۲)، مسند احمد رقم الحدیث (۷۰۹۱)۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اس طرح کیوں کہہ رہے کہ حسین جلد کرو؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے اس طرح کہا تھا۔^①
سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ اولاد سے بھی نواز رکھا تھا اور اہل بیت کی خواتین میں یہ انھیں امتیاز حاصل تھا۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لیے اذان دیا کرتے تھے، ان کی آواز میں مٹھاس ہوتی تھی، ان کی اذان اہل ایمان کے دلوں میں خالق کائنات سے ملاقات کا شوق پیدا کرنے کا باعث بنتی تھی۔ ایک دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے پر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا:

نماز، نماز، نماز!!

اے اہل خانہ! السلام علیکم

اے اہل بیت! اللہ تمہیں اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک دن اہل اسلام کو کھڑے نماز پڑھا رہے تھے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آئے، آپ جب سجدے میں گئے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ چونکہ ابھی بچے تھے رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر سوار ہو گئے۔ آپ آہستہ سے اٹھے تاکہ انھیں چوٹ نہ لگ جائے، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو انھیں اپنی گود میں بٹھا لیا، انھوں نے اپنے ہاتھ معصومانہ انداز میں رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک میں داخل کر دیئے، آپ انھیں پیار سے اپنے سینے سے چمٹا رہے تھے اور انھیں شفقت بھرے انداز میں چوم رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ))

”اللہ! میں اس سے پیار کرتا ہوں۔“

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ محبت کا والہانہ انداز دیکھا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ جتنا ان سے پیار کرتے ہیں کسی اور سے پیار نہیں کرتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هَذَا رَيْحَانِي مِنَ الدُّنْيَا وَإِنَّ هَذَا ابْنِي سَيِّدٌ وَعَسَى اللَّهُ أَنْ

يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ))^①

”یہ میری دنیا کی خوشبو ہے، یہ میرا بیٹا سردار ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔“

نبی کریم ﷺ اٹھے اور حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: بیٹے! بہت عمدہ سواری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ وقتاً فوقتاً نواسوں کو اہمیت دیتے ہوئے بیٹی کے گھر سو جایا کرتے تھے۔ ایک رات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا رسول اللہ ﷺ اٹھے گھرے کے پاس گئے پیالہ پانی سے بھرا تو اسے حسین رضی اللہ عنہ نے پکڑنا چاہا آپ نے اسے روک دیا اور پانی کا پیالہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیا۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان! آپ کو حسن سے بڑا پیار ہے؟ آپ نے فرمایا: بیٹی! پہلے اس نے پانی مانگا تھا۔

حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ دونوں نواسوں سے بہت زیادہ لاڈ پیار کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں میرے لیے دنیا کے دو خوشبودار پھول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ان دونوں شہزادوں کو منبر سے اتر کر پیار بھرے انداز میں اپنے پہلو میں کھڑا کر لیا کرتے تھے۔

ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ کر رہے تھے کہ دونوں نواسے سرخ رنگ کی قمیص پہنے لڑکھڑاتے ہوئے چلے آ رہے تھے آپ منبر سے اترے دونوں کو گود میں لیا اور دوبارہ منبر پر چڑھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (التغابن: ۱۵/۱۴)

”بے شک تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔“

① صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسين رضی اللہ عنہما رقم الحدیث

(۳۷۴۶)، سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسين رضی اللہ عنہما رقم

الحدیث (۳۷۷۳)، نسائی رقم الحدیث (۱۴۱۰)، سنن ابی داؤد رقم الحدیث

(۴۶۶۲)، مسند احمد (۵/۳۸، ۴۴)۔

دیکھتے جب میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ لڑکھڑاتے ہوئے میری طرف بڑھ رہے ہیں مجھ سے رہا نہ گیا میں نے اپنی بات کو منقطع کیا منبر سے اتر اور ان کو اپنی گود میں لے لیا۔^①

جامع ترمذی، مسند امام احمد اور مسند ابی یعلیٰ میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِهَا إِلَّا مَا كَانَ لِمَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ))

”حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی سردار ہیں مگر مریم بنت عمران کا مرتبہ و مقام اپنا ہے۔“^②

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور قرآن

قرآن کریم میں بعض مقامات پر سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور خانہ نبوی کے بچوں کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آلائش کو دور کر دیا اور انھیں اچھی طرح پاک کر دیا۔ سورہ آل عمران میں نجران کے وفد کے حوالے سے جو مباہلہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے ضمن میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کے بچوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نجران ایک پرانا شہر ہے جو جزیرۃ العرب کے جنوب میں یمن کی حدود پر واقع ہے۔ یہ بستی مکہ مکرمہ سے سات مرحلوں پر واقع ہے اور تیز رفتار سوار ایک دن میں وہاں پہنچ سکتا ہے جبکہ مدینہ منورہ سے دور ہے اور نجران تقریباً سو بستیوں کا مرکزی شہر ہے، اسی علاقے کی ایک بستی میں اصحاب الاخدود کا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر سورۃ البروج میں کیا گیا ہے۔

۹ ہجری میں ساٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد نجران سے مدینہ منورہ آیا۔

اس وفد میں چودہ یا چوبیس علاقے کے سردار تھے جن میں سے تین ایسے سردار تھے جن

① سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب الامام یقطع الخطبة رقم الحدیث (۱۱۰۹)، سنن

الترمذی کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسين رضی اللہ عنہما رقم الحدیث

(۳۷۷۴)، نسائی رقم الحدیث (۱۲۱۳)، ابن ماجہ رقم الحدیث (۳۶۰۰)، مسند

احمد (۳۵۴/۵)، ابن حبان رقم الحدیث (۱۲۳۱)۔

② درالسحابة (ص: ۲۷۷)، مجمع الزوائد (۹/۲۰۱)۔

کی قیادت کا سکہ پورے علاقے میں چلتا تھا اور وہ تین یہ تھے:

① ان میں سے ایک کا لقب عاقب اور نام عبدالمسیح تھا اس کے تحت حکومت و امارت تھی۔

② دوسرے کا لقب السید اور نام ایہم یا شرجیل تھا اور یہ سیاسی امور کا نگران تھا۔

③ تیسرا پادری تھا دینی قیادت اس کے ہاتھ میں تھی اور نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔

یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا رسول اللہ ﷺ سے ملا باہمی سوال و جواب کا سلسلہ ہوا پھر آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی، انھیں قرآن پڑھ کر سنایا لیکن انھوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ انھوں نے آپ سے یہ پوچھا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ اس دن خاموش رہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

﴿إِن مِّثْلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمِثْلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝﴾ (ال عمران ۳/ ۵۹-۶۱)

”اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں۔ یہ علم آ جانے کے بعد اب جو کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے نبی! اس سے کہو کہ آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اپنی عورتوں کو بھی بلا لائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور اللہ سے دعاء کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس آیت کریمہ کی روشنی میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تفصیل سے بتایا پھر انھیں اس پر غور و خوض کرنے کے لیے موقع دیا تا کہ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اور باہمی مشورہ بھی کر لیں لیکن انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ماننے کا اقرار نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ نے نجرانیوں کے سامنے جو اسلام کی دعوت پیش کی تھی اسے

ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انھیں مباہلہ کرنے کا چیلنج کیا پھر آپ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ آپ کے پیچھے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی روانہ ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں نواسوں اور ان کی والدہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب میں دعاء کروں تو تم آمین کہنا۔

وفد کے پادری نے جب یہ منظر دیکھا تو ان سے کہا: مجھے ایسے چہرے دکھائی دے رہے ہیں کہ اگر یہ دعاء کر دیں کہ پہاڑ جگہ سے ہٹ جائے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء کو قبول کرتے ہوئے اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا۔

نجرانی وفد نے باہمی مشورہ کیا۔ وفد کے دونوں سرداروں عاقب اور سید نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ اگر یہ سچے نبی ہوئے اور اس نے ہمیں بددعاء دے دی تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے اور روئے زمین پر ہمارا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ انھوں نے باہمی مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت برحق ہے، ان کے حکم کو تسلیم کر لینا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ انھوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کریں گے جو آپ ہم پر تاوان لگائیں وہ ہم ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جزیے کی بنیاد پر ان کی تجویز قبول کر لی وہ اس طرح کہ ایک ہزار دینار ماہ رجب میں ادا کریں گے اور ایک ہزار ماہ صفر میں ادا کیا کریں گے اور ساتھ اتنی ہی مقدار میں اوقیے غلہ بھی ادا کرنا ہوگا اور انھیں اس معاہدے پر اللہ اور رسول ﷺ کی ضمانت دی گئی اور انھیں مکمل آزادی دے دی گئی کہ جس طرح ان کا جی چاہے اپنے نظریے کے مطابق زندگی بسر کریں اور انھیں اس معاہدے کی ایک دستاویز لکھ کر دے دی گئی۔ انھوں نے آپ ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ جزیہ وصول کرنے کے لیے ہمارے ساتھ ایک دیانتدار شخص کو بھیج دیا جائے تو آپ ﷺ نے سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا تا کہ وہ اپنی نگرانی میں ان سے مال وصول کرے۔^①

رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر کے لیے گھر سے روانہ ہوتے تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

① زاد المعاد (۳/۶۲۹، ۶۳۷)، فتح الباری (۴/۱۱۶، ۱۱۸)۔

کے دروازے پر پہنچ کر یہ ارشاد فرماتے: گھر والو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرماتے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۲)

”اے اہل بیت! اللہ تم سے آلودگی کو دور کر دینا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے۔“

اس آیت کریم میں بھی واضح طور پر اشارہ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی طرف ہے۔ مسلم، مستدرک حاکم اور تفسیر طبری وغیرہ میں منقول ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن، حسین اور سیدہ فاطمہ الزہراء علیہم السلام پر چادر ڈال کر فرمایا:

((اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي أَذْهِبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا))^①

”الہی! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں ان سے آلودگی دور کر دے اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔“

سورۃ احزاب میں ازواج مطہرات، سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور ان کی دیگر بہنوں کا تذکرہ اس انداز میں کیا گیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ، وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (الاحزاب: ۵۹/۳۳)

”اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکالیا کریں اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر وہ ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

① صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث (۲۴۲۴)، مستدرک حاکم (۱۳۷/۳)، الدر المنثور للسيوطی (۶/۶۰۴)، اسد الغابہ رقم (۷۱۷۵)۔

اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور دیگر صحابیات کا تذکرہ کیا گیا

ہے۔

نبی کریم ﷺ کی چار مندرجہ ذیل بیٹیاں تھیں:

- ① بڑی بیٹی کا نام زینب تھا اور یہ ابوالعاص بن ربیع کی بیوی تھیں رضی اللہ عنہا۔
 - ② دوسری بیٹی کا نام رقیہ تھا اور یہ سیدنا عثمان بن عفان کی بیوی تھیں رضی اللہ عنہا۔
 - ③ تیسری بیٹی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھا رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی شادی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔
 - ④ چوتھی بیٹی کا نام فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھا اور انھیں اپنی سب بہنوں پر فوقیت حاصل تھی، ان سب نے سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جنم لیا۔^①
- سورہ شوریٰ کی درج ذیل آیت میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ (الشوری: ۲۳/۲۴)

”کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی مدد نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔“
بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں سے محبت کا حکم ہے۔

علامہ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بنو فاطمہ ہیں۔^②
امام احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی آپ کے وہ قریبی رشتہ دار کون ہیں جن کے ساتھ ہمارے لیے محبت کرنا واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ رضی اللہ عنہما اور ان کے دونوں بیٹے۔^③
تفسیر قرطبی اور غرر التبیان میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے سیدنا

① غدر التبیان لابن جماعة (ص: ۴۲۴)، السیرۃ النبویہ (۱/ ۱۹۰)، معجمات الاقران (ص: ۱۶۸)۔

② زاد المسیر لابن الجوزی (۴/ ۲۸۳)، الدر المنثور للسيوطی (۶/ ۷)۔

③ الصواعق الحارقة (ص: ۱۷۰)۔

علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ نے نذر مانی کہ اگر یہ دونوں شہزادے شفا یاب ہو جائیں تو ہم اتنے دن کے روزے رکھیں گے۔

اللہ کے فضل و کرم سے وہ بیماری سے نجات پا گئے انھوں نے پہلے دن روزہ رکھا افطاری کے لیے کھانا تیار کیا تو عین موقع پر ایک سوالی آ گیا تو وہ کھانا اس سوالی کو دے دیا۔ دوسرے دن روزہ رکھا افطاری کے لیے کھانا تیار کیا تو ایک یتیم موقع پر پہنچ گیا تو انھوں نے اسے اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے کھانا اسے دے دیا۔ تیسرے دن روزہ رکھا۔ افطاری کے لیے کھانا تیار کیا تو موقع پر ایک قیدی پہنچ گیا تو کھانا اسے دے دیا۔ ان کا یہ کردار اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ یہ آیات نازل فرمادیں:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ
الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ
اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۝﴾ (الدھر: ۷۶/۹)

”جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف رضائے الہی کے لیے کھلا رہے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ یا شکر یہ نہیں چاہتے۔“^①

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا دونوں ہی فصاحت و بلاغت سے آراستہ گفتگو کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور بعض اوقات دونوں میاں بیوی اشعار کی زبان میں بھی باہمی گفتگو کیا کرتے تھے۔ ادب اور فصاحت و بلاغت میں ان دونوں کو کمال حاصل تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور برکت

اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو خوب پروان چڑھایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبولیت کے اسباب آسان کر دیئے۔ انھوں نے دنیا میں سب سے زیادہ عزت والے گھر میں زندگی بسر کی اور وہ رسول کریم ﷺ کا گھر تھا اور وہاں رہتے ہوئے نبوت کے سنگ ہائے

① یہ بعض مفسرین کی رائے ہے ورنہ ان دونوں واقعات کے متعلق آیات کی ہیں جب کہ ابھی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی پیدائش تو درکنار ابھی فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ (ابوالقاسم)

میل اور نشانات منزل سے خوشہ چینی کی جس کی وجہ سے اس سارے جہان کی ان خواتین کی سردار ہونے کا اعزاز حاصل کیا جنہیں علم، بھلائی اور دین میں امتیاز و مرتبہ حاصل تھا۔

نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام سے بہت لاڈ پیار کیا کرتے تھے اور ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ وہ بھی بڑی صابر، دیندار، خیر خواہ، محتاط، قناعت پسند اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزار تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے میں برکت اور اضافہ کر دیا تھا یقیناً وہ اللہ کے اولیاء میں سے تھیں۔

حافظ ابن کثیر جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چند دن کھانا نہ کھایا، آپ پر بہت گراں گزرا، آپ نے ازواج مطہرات کے گھروں میں چکر لگایا لیکن کسی گھر میں بھی کھانے کے لیے کوئی چیز نہ ملی، پھر آپ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے گھر تشریف لائے اور فرمایا بیٹی کچھ کھانے کے لیے ہے مجھے بھوک لگی ہوئی ہے؟

انھوں نے کہا: میرے ماں باپ قربان ہوں، گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں۔

جب آپ وہاں سے روانہ ہو گئے تو پڑوسن نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا بھیجا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے اس سے لے کر ایک پیالے میں رکھ کر ڈھانپ دیا اور کہا میں یہ کھانا اپنے ابا جان کی خدمت میں پیش کروں گی اگرچہ بچے بھی بھوکے ہیں لیکن میں سب پر رسول اللہ ﷺ کو ترجیح دوں گی۔

انھوں نے حسن اور حسین علیہما السلام کو رسول اللہ ﷺ کو بلانے کے بھیجا، آپ واپس تشریف لائے تو انھوں نے کہا: میرے ماں باپ قربان ہو جائیں، اللہ نے کھانے کے لیے کچھ بھیجا ہے میں نے آپ کے لیے وہ چھپا کر رکھ لیا۔

آپ نے فرمایا بیٹی: ”میرے پاس لاؤ۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام فرماتی ہیں کہ میں وہ پیالہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آئی آپ نے اس سے کپڑا اٹھایا تو روٹیوں اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔

میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئی میں نے اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔

میں نے یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور

پیالہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نے اسے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا: بیٹی یہ کہاں سے آیا ہے؟

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: ابا جان!

﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾

(آل عمران ۳/۳۷)

”یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے۔“

آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

”تمام تر شکر ہے اس اللہ کا جس نے اے بیٹی! تجھے خواتین بنی اسرائیل کی سردار مریم جیسا بنایا جب اللہ تعالیٰ انھیں کوئی چیز بطور رزق عطا کرتا ان سے پوچھا جاتا کہ یہ چیز کہاں سے آئی تو وہ یہی کہا کرتی تھیں۔

﴿هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾

(آل عمران ۳/۳۷)

”وہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیا پھر رسول اللہ ﷺ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کھانا کھایا اور بعد میں دیکھا تو پیالہ گوشت اور روٹیوں سے اسی طرح بھرا ہوا تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے باقی کھانا اپنے تمام پڑوسیوں کے گھروں میں بھیجا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں برکت اور خیر کثیر پیدا کر دی تھی۔^①

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی دعاء کی برکت حاصل تھی۔ قاضی عیاض الشفاء میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ دعاء کی تھی کہ الہی فاطمہ کو بھوک نہ ستائے اللہ نے آپ کی دعاء کو قبول کر لیا۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی بھی بھوک نے تنگ نہیں کیا۔

① تفسیر ابن اکثیر (۱/۲۷۹)، البدایہ والنہایہ (۶/۱۱۱)، حیاة الصحابة (۳/۶۲۸)۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور فضائل کریمانہ

جب فضائل کو ایک طاقے میں اکٹھا رکھا جائے اور اس سے خوشبو ہر سو پھیل رہی ہو تو سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے فضائل سرفہرست دکھائی دیں گے۔
بھلا کوئی انسان خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے جملہ فضائل کو ایک کتاب میں کیسے جمع کر سکتا ہے؟

جب میں نے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے فضائل کو پڑھنا شروع کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ جس طرح میں کسی خوبصورت، گھنے اور سرسبز و شاداب باغ میں پہنچ گیا ہوں جس میں ہر طرف سے مہک آتی محسوس ہو رہی ہے۔ بھینی بھینی خوشبو ناک کے راستے جسم کے رگ وریشے میں سرایت کرتی جا رہی ہے۔ دل میں ایک خوشگوار احساس پیدا ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ وہاں پہنچ کر تو یوں محسوس ہوا جیسے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کے فضائل کے بلند و بالا محلات جگمگاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ علیہا السلام جو سب سے بڑھ کر عالم و فاضل اور حدیث کی حافظہ تھیں وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرِ أَبِيهَا))^①

”میں نے فاطمہ علیہا السلام سے ان کے ابا جان کے علاوہ کسی کو افضل نہیں دیکھا۔“

ام المومنین سیدہ عائشہ علیہا السلام سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللَّهِ مِنْهَا فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا))

① سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام رقم الحدیث (۵۲۷۱)، سنن الترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل فاطمة علیہا السلام بنت محمد ﷺ رقم الحدیث (۳۸۷۲)، تحفة الاشراف رقم (۱۷۸۸۳)، الاستیعاب (۳/۳۶۶)۔

”میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ ﷺ کے ہمہ جہتی اعتبار سے مشابہ نہیں دیکھا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آتی تھیں آپ اس کی طرف کھڑے ہوتے، انھیں بوسہ دیتے اور انھیں اپنی جگہ بٹھاتے اور نبی کریم ﷺ جب ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتیں، آپ کو چومتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی فضیلت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ان کی خوشی پر خوش ہوتے تھے اور ان کی ناراضگی پر ناراض ہوتے تھے۔

امام بخاری نے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِي))^①

”فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔“

رسول اللہ ﷺ کا سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے لاڈ پیار اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہر اعتبار سے بہت عمدہ اور عالی شان ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر عمدہ چیز ہی کو محبت، پیار اور شفقت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاطِمَةُ وَمِنْ الرِّجَالِ عَلِيٌّ))^②

رسول اللہ ﷺ کو خواتین میں سب سے زیادہ محبت اور شفقت سیدہ فاطمہ الزہراء

رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔

بہت سی احادیث ایسی منقول ہوئی ہیں جو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

① صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب فاطمة رضی اللہ عنہا رقم الہدیث (۳۷۶۷)۔

② سنن الترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل فاطمة بنت محمد ﷺ رقم الحدیث (۳۸۶۸)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ خَدِيجَةُ وَفَاطِمَةُ)) ①

”جنت کی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو یہ مقام و مرتبہ بھی حاصل ہے کہ وہ دنیا بھر کی سردار خواتین کی فہرست میں شامل ہیں۔

مسند امام احمد میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ أَرْبَعٌ: مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ))
دنیا بھر کی خواتین میں چار سرداری کے مرتبے پر فائز ہوئیں:

- | | | | |
|---|----------------|---|-----------------|
| ① | مریم بنت عمران | ② | خدیجہ بنت خویلد |
| ③ | فاطمہ بنت محمد | ④ | آسیہ زوجہ فرعون |

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا درجہ کمال کو پہنچیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
((كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ، وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَفَاضِلٌ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى الطَّعَامِ)) ②

”مردوں میں کامل بہت ہوئے ہیں اور عورتوں میں کامل درج ذیل خواتین ہوئیں

① مسند احمد (۱/۲۹۳)، مستدرک حاکم (۲/۴۹۳)، مجمع الزوائد (۹/۲۲۳)۔

② سنن الترمذی کتاب لمناقب باب فضل خدیجہ رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۳۸۷۸)، مسند احمد (۳/۱۳۵)، ابن حبان رقم الحدیث (۲۲۲)، الاستیعاب (۴/۳۶۵)۔

③ صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ و ضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امرة رقم الحدیث (۱۳۴۱۱)، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا رقم الحدیث (۲۴۳۱)، سنن الترمذی رقم الحدیث (۱۸۳۴)، نسائی رقم الحدیث (۳۹۴۷)، ابن ماجہ رقم الحدیث (۳۲۸۰)، مسند احمد، ح: (۱۸۷۰۲)، جامع الاصول (۹/۱۲۴)، سیر اعلام النبلاء (۲/۱۳۵)۔

ہیں:

① مریم بنت عمران ② آسیہ زوجہ فرعون

③ خدیجہ بنت خویلد ④ فاطمہ بنت محمدؐ

اور سیدہ عائشہ خواتین پر اس طرح فضیلت رکھتی ہے جس طرح ثرید کھانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔“

سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کو خواتین اہل بیت میں ایک اور اعزاز بھی حاصل ہے۔ جس طرح کہ علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں یہ روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِيُ فَاطِمَةَ ثُمَّ يَأْتِيُ أَزْوَاجَهُ)) ①

”رسول اللہ ﷺ جب کسی جنگ یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد سے ابتداء کرتے اس میں دو رکعت نماز پڑھتے پھر فاطمہؑ کے گھر تشریف لاتے اور پھر اپنی بیویوں کے ہاں تشریف لاتے۔“

② سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کو ایک امتیاز یہ بھی حاصل ہے کہ ان کی زندگی میں سیدنا علی بن ابی طالبؑ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی اس معاملے میں وہ اپنی والدہ سیدہ خدیجہؑ کی طرح منفرد دکھائی دیتی ہیں۔

③ ہم سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کے جملہ فضائل کا احاطہ تو نہیں کر سکتے جو کچھ ہمیں تاریخ کی مستند کتابوں سے ملا وہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو قابل رشک ہے، وہ واقعی دنیا بھر کی خواتین میں ایک ممتاز مقام پر فائز دکھائی دیتی ہیں۔

④ ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سیدہ فاطمہ الزہراءؑ کی سیرت کو ہمارے اور ہمارے اہل و عیال کے لیے نمونہ بنائے (آمین) تاکہ ہم ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کامیابی کی منزلیں طے کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق عطا کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے

① الاستیعاب (۴/ ۳۶۳)۔

ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دیا تھا اور انھیں اچھی طرح پاک کر دیا تھا۔
سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مسلمان عورت کو نصیحتیں

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بلاشبہ خواتین عالم کی سردار اور ان کے لیے ایک مثالی نمونہ تھیں۔ وہ عورتوں کے حالات کے بارے میں سب سے زیادہ واقفیت رکھتی تھیں کہ عورتوں کی کیا ضروریات ہوتی ہیں۔ کیونکہ انھوں نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی پروان چڑھی تھیں، اس لیے وہ نابغہ روزگار بنیں۔ اس قسم کی ہستیاں دنیا میں بھلا بار بار آتی ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا خواتین کو پند و نصائح کرنے میں اپنے دل میں بڑا جذبہ اور اشتیاق رکھتی تھیں۔ یہ بنت حوا کو ہر اچھی بات سے آگاہ کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتی تھیں۔ یہ اپنے دور میں فضائل و فوائد کا سرچشمہ تھیں ہر خاتون اس سرچشمے سے فیض حاصل کرنا اپنے لیے سعادت جانتی تھی۔

ابو نعیم اصفہانی حلیۃ الاولیاء میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ہم سے یہ سوال کیا (مَا خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ) کہ عورتوں کے لیے بہتر کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس بارے میں کیا کہیں؟
 سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ان سے یہ پوچھا کہ عورتوں کے لیے بہتر کیا ہے؟

انھوں نے فرمایا کہ آپ نے ابا جان سے یہ کہنا تھا کہ عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور نہ ہی مرد عورتوں کو دیکھیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کو یہ جواب دیا۔ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے علی! یہ بات تجھے کس نے بتائی؟
 کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔^①
 سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا یہ موقف تھا کہ عورت کی پاک دامنی کے لیے سب سے بہتر یہی ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ رہیں اور ان سے میل جول نہ رکھیں۔

① حلیۃ الاولیاء (۲/ ۴۰، ۴۱)۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے عورتوں کو جو مردوں سے دور رہنے کی تجویز پیش کی یہ واقعی ان کے حق میں بڑی قیمتی تجویز ہے، بہت سی معاشرتی خرابیاں اختلاط مرد و زن کی وجہ سے معرض وجود میں آتی ہیں۔

ایک دفعہ سیدنا علی علیہ السلام نے اپنی رفیقہ حیات سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کا تذکرہ اس انداز میں کیا کہ میری بیوی فاطمہ الزہراء علیہا السلام تمام فضائل کا سنگم ہے اور گھریلو زندگی کے اعتبار سے وہ ہر خاتون کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔

ابن اعبد کہتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ایک دن مجھ سے کہا کہ اے ابن اعبد! کیا میں تجھے اپنے اور فاطمہ علیہا السلام کے بارے میں کچھ بتاؤں؟

فاطمہ علیہا السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی آپ کو تمام گھر والوں سے زیادہ عزیز تھی، وہ میری بیوی تھی، وہ چکی سے آٹا خود پیستی، چکی چلانے سے اس کے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے تھے، وہ پانی کا مشکیزہ بھر کر خود لاتی جس سے اس کے کندھے پر نشان پڑ گئے تھے، وہ گھر کی دیکھ بھال خود کرتی جس سے اس کے کپڑے غبار آلو ہو گئے تھے، ہنڈیا کے نیچے آگ جلانے سے دھوئیں کے نشان اس کے کپڑوں پر پڑ گئے تھے جس سے اس کی صحت کو بھی نقصان پہنچا تھا، وہ ایک وفادار خاتون تھیں۔^①

سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی جو خوبیاں بیان کی ہیں اگر خواتین عالم اس پر عمل پیرا ہونے کا اپنے دلوں میں جذبہ پیدا کر لیں تو وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام اہل بیت اور ادبی سرمایہ

میں نے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی سیرت کے مطالعے کے دوران دیکھا کہ بڑے بڑے علماء، ادیب اور شعراء ان کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں: امام شافعی، حافظ ابو نعیم اصفہانی، ابن جابر اندلسی اور علامہ ذہبی رحمہم اللہ جیسی نابغہ روزگار شخصیات ان کی تعریف بڑی عقیدت سے کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

بڑے بڑے علماء، ادباء اور مفکرین کی وہ تحریریں اگر اکٹھی کی جائیں جو سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی سیرت کے حوالے سے لکھی گئی ہیں تو کتابوں کی بڑی بڑی جلدیں تیار ہو جائیں

ہم یہاں پر بطور نمونہ چند مشاہیر کی تحریروں کے نمونے پیش کرنے پر ہی اکتفاء کریں گے۔
حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی سیرت بیان کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

((وَمِنْ نَّاسِكَاتِ الْأَصْفِيَاءِ، وَصَفِيَّاتِ الْأَتْقِيَاءِ، فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، السَّيِّدَةُ الْبَتُولُ، الْبَضْعَةُ الشَّبِيهَةُ بِالرَّسُولِ الْصَّقُّ أَوْلَادِهِ بِقَلْبِهِ لُصُوقًا وَأَوَّلُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ لُحُوقًا وَكَانَتْ عَنِ الدُّنْيَا وَمُتَعَتِّهَا عَازِفَةً، وَبِغَوَامِضِ عُيُوبِ الدُّنْيَا وَآفَاتِهَا عَارِفَةً))^①

”مخلص، عبادت گزار، متقی پرہیزگار فاطمہ علیہا السلام سیدہ بتول، شبیہ رسول، آپ اس سے بہت لاڈ پیار کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے وفات پا کر آپ سے ملنے والی تھیں، دنیا کے ساز و سامان سے بے نیاز، دنیا کے عیوب اور آفات کو اچھی طرح جاننے والی تھیں۔“

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی سیرت بیان کرتے ہوئے بعض بڑی لطیف اور دلچسپ باتیں کہی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے دور رکھے گا اور یہ بھی بیان کیا کہ فاطمہ نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ دنیا سے کٹ کر ایک اللہ کی ہو کر رہیں۔^②
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی نسل سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام ہی سے آگے چلی۔ وہ اس طرح کہ آپ کے دونوں سے ہوئے حسن اور حسین علیہما السلام سیدنا حسن علیہ السلام کی اولاد حسنی کہلائی اور سیدنا حسین علیہ السلام کی اولاد حسینی کہلائی۔^③

مسلمان فقہاء نے سیدہ فاطمہ الزہراء علیہا السلام کی تعریف میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

((إِنَّ أَهْلَ بَيْتِهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَاوَوْهُ فِي خَمْسَةِ أَشْيَاءَ: فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي السَّلَامِ وَالطَّهَارَةِ وَفِي تَحْرِيمِ الصَّدَقَةِ

① حلیۃ الاولیاء (۲/۳۹)۔

② المواہب اللدنیۃ (۲/۹۳)۔

③ المواہب اللدنیۃ (۲/۲۶)۔

وَفِي الْمَحَبَّةِ))

”بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت پانچ چیزوں میں آپ کے ساتھ ملتے ہیں: تشہد میں درود نبی کریم ﷺ پر بھی بھیجا جاتا ہے اور اہل بیت پر بھی، سلام میں، طہارت میں، صدقہ کے ممنوع ہونے میں اور محبت میں۔“

امام شافعی رحمہ اللہ اہل بیت کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں کرتے ہیں:

يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حُبُّكُمْ
فَرَضَ مِنَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
يَكْفِيكُمْ مِنْ عَظِيمِ الْفَخْرِ أَنْكُمْ
مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَوةَ لَهُ

اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت!..... تمہاری محبت اللہ کی جانب سے فرض ہے، اس قرآن میں جو اس نے اتارا، تمہارے لیے یہ بڑا فخر کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ بھیجا اس کی نماز ہی نہیں۔

بہت سے مشہور و معروف ادیبوں اور شاعروں نے اپنے اپنے انداز میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت کا تذکرہ اپنے اپنے اسلوب میں بیان کیا ہے اور ہر ایک نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا ہے۔

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے ابا جان رسول اللہ ﷺ کے زیر سایہ ہر طرح کی آسودگی اور نعمت میسر تھی۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی آنکھیں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو دیکھ کر ٹھنڈی تھیں اور دل خوش تھا اس لیے کہ سب بچوں کو اپنے نانا جی کی محبت اور شفقت میسر تھی۔ سفر آخرت کا آغاز ہوا تو سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی کو محسوس کیا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ﴾ (النصر: ۱/۱۱۰)

”جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی۔“

تو نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے موت کی اطلاع دی گئی ہے تو وہ یہ سن کر رو پڑیں۔ آپ نے فرمایا: رو نہیں تم میرے اہل خانہ میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی تو یہ سن کر وہ ہنس پڑی۔^①

رسول اللہ ﷺ کی بیماری شدت اختیار کر گئی ازواج مطہرات سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو گئیں۔ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور آپ کی حالت معلوم کرنے کے لیے تشریف لائیں تو انھیں دیکھ کر آپ مسکرا پڑتے۔ ان کو دیکھنے سے سیدہ خدیجہ اور تینوں مرحوم بیٹیوں زینب، رقیہ اور ام کلثومؓ یاد آ جاتیں، یہ سب اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی تھیں۔ آپ کے دل میں انھوں نے بڑے گہرے اثرات چھوڑے تھے۔

جب بھی سیدہ فاطمہ الزہراءؓ رسول اللہ ﷺ سے ملنے جاتیں تو اپنے ساتھ اپنی دونوں بیٹیوں زینب اور ام کلثوم کو لے جاتیں۔ رسول اللہ ﷺ کی جب ان چھوٹی بچیوں پر نگاہ پڑتی تو مسکرا دیتے۔

زینب اور ام کلثومؓ دراصل ان دونوں بچیوں کی خالائیں تھیں جن کے نام پر ان کے نام رکھے گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان بچیوں کی طرف بڑی محبت اور شفقت سے دیکھتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر بسا اوقات سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا بڑا لاڈ پیار تھا۔

جب بھی آپ سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے گھر تشریف لے جاتے اس کے بعد اپنے گھر میں جاتے۔ ایک دن سیدہ فاطمہ الزہراءؓ زیارت کے لیے تشریف لائیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریب کر کے آہستہ آواز میں بات کی، پہلے وہ رو پڑی اور پھر ہنس دی۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو یہ منظر دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ سیدہ عائشہؓ اس کی تفصیل بیان کرتی ہیں جو مسند ابویعلیٰ میں مسروق کے حوالے سے مذکور ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے فرمایا:

”سیدہ فاطمہؓ اس طرح چلتی ہوئی آئیں جس طرح رسول اللہ ﷺ چلا کرتے

① مسند احمد (۱/۲۱۷)، مجمع الزوائد (۷/۱۴۴)۔

تھے۔ آپ نے انھیں دیکھتے ہی خوش آمدید کہا اور انھیں اپنی دائیں یا بائیں طرف بٹھالیا اور رازدارانہ انداز میں ان سے بات کی تو وہ رو پڑیں۔ پھر ان سے رازدارانہ انداز میں ایک اور بات کی تو وہ ہنس پڑی۔ میں نے کہا کہ آج بیک وقت غم اور خوشی کو میں نے دیکھا اور پوچھا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا باتیں کیں؟

اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشاء نہیں کر سکتی۔ جب آپ ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پھر پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ آیا کرتے تھے اور قرآن دہراتے تھے، اس سال وہ دو مرتبہ آئے ہیں مجھے یوں دکھائی دیتا ہے کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ میں تیرے لیے بہترین سلف ہوں اور تو میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملے گی۔ میں یہ بات سن کر رو پڑی۔ پھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا: کیا تجھے یہ چیز پسند نہیں کہ تو مؤمن خواتین کی سردار ہو یا یہ فرمایا کہ اس امت کی خواتین کی سردار ہو تو یہ بات سن کر میں ہنس پڑی۔^①

ربیع الاول ۱۱ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ کبھی آپ پر غشی طاری ہونے لگتی اور کبھی آپ کو ہوش آ جاتا۔ آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا۔ آپ اس میں اپنا ہاتھ بھگو کر اپنے چہرے پر ملتے اور یہ فرماتے:

((اللَّهُمَّ اَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ))

”اللہ! موت کی مدہوشیوں پر میری مدد فرما۔“

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی تکلیف کو دیکھ کر رونے لگیں، انھیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے دل میں آگ بھڑک رہی ہو، اور روتے ہوئے کہنے لگیں:

ہائے میرے ابا جان کی تکلیف!

آپ نے سن کر بڑی آہستہ آواز سے کہا: بیٹا! آج کے بعد تیرے ابا جان کو کوئی تکلیف

① صحیح البخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة رقم الحديث (۳۶۲۳)،
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل فاطمة رضی اللہ عنہا رقم الحديث (۲۴۵۰)، سنن الترمذی رقم الحديث (۳۸۷۲)، ابن ماجہ رقم الحديث (۱۶۲۱)،
مسند احمد (۲۸۲/۶)، مسند ابی یعلیٰ (۱۱۲/۱۱۱، ۱۱۲)۔

نہ ہوگی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اس کی گود میں رسول اللہ ﷺ کا پڑا ہوا مبارک سر بوجھل ہو رہا ہے، انھوں نے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ آپ کی آنکھیں تارے لگی ہوئی ہیں اور آپ یہ فرما رہے ہیں:

((اللَّهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلَى مِنَ الْجَنَّةِ))

”الہی! جنت میں اعلیٰ وارفع رفیق۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کہا:

((خَيْرَتَ فَاخْتَرْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ))

”جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اس کی قسم! آپ کو اختیار دیا گیا اور آپ نے

جاننا پسند کیا۔“

رسول اللہ ﷺ سوموار کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا یہ منظر دیکھ کر روتے ہوئے انتہائی غمگین لہجے میں کہنے لگیں:

((يَا أَبَتَاهُ أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا أَبَتَاهُ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَا وَاةَ يَا أَبَتَاهُ إِلَى جِبْرِيلَ نَنْعَاهُ))^①

”ہائے ابا جان! جس نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا ہے

ہائے ابا جان! جنت الفردوس جس کا ٹھکانہ ہے۔

ہائے ابا جان! جبرائیل علیہ السلام کو ہم آپ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔“

لوگوں کے دل غمگین ہو گئے مدینہ منورہ میں غم و اندوہ نے ڈیرے ڈال لئے۔

سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا اسامہ بن زید، عباس بن عبدالمطلب، ان کے دونوں بیٹے فضل اور قثم رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دینے کی ذمہ دار نبھائی۔

① صحیح البخاری کتاب المغازی باب اخذ ما تكلم به النبي ﷺ رقم الحديث

(۴۳۶۲)، سنن النسائی کتاب الجنائز باب فی البكاء علی المیت رقم الحديث

(۱۸۳۳)، سنن ابن ماجہ رقم الحديث (۱۶۳۰)، مسند احمد رقم الحديث

(۱۲۵۵۸)، سنن الدارص رقم الحديث (۸۷)۔

پھر مسلمان رسول اللہ ﷺ کے دفن اور نماز کے لیے تیار ہوئے۔ دفن اور نماز کی کیا صورت تھی اس کی تفصیل سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو اس وقت صورت حال یہ تھی کہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اہل مکہ کے فوت شدگان کے لیے شق نامی قبر کھودنے کا اہتمام کرتے اور ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کے فوت شدگان کے لیے لحد نامی قبر کھودنے کا اہتمام کرتے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمی بلائے ایک ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا اور دوسرا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا پھر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعاء کی:

((اللَّهُمَّ خِرْ لِرَسُولِكَ))

”الہی! اپنے رسول ﷺ کے لیے جس کو تو چاہے پسند کر لے۔“

جو آدمی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے گیا تھا وہ انھیں اپنے ساتھ لے آیا اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لحد تیار کی۔ منگل کے روز رسول اللہ ﷺ کی تجھیز و تکفین کے بعد آپ کو چار پائی پر رکھا گیا، دفن کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا، بعض نے کہا کہ ہم آپ کو مسجد نبوی میں دفن کریں گے بعض نے کہا کہ آپ کو آپ کے صحابہ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا جائے گا۔ اس موقع پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا قُبِضَ نَبِيٌّ إِلَّا دُفِنَ حَيْثُ قُبِضَ))

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں وہ فوت ہوئے۔“

اس کے بعد آپ کا بستر اٹھایا گیا، وہاں قبر کھودی گئی، پہلے مردوں نے آپ کے حجرے میں داخل ہو کر دو دو سلام پڑھا پھر عورتوں کو دعوت دی گئی اور ان کے بعد بچوں کو بلایا گئے اللہ کے رسول ﷺ کو بروز بدھ آدھی رات کو دفن کیا گیا۔^① رسول اللہ ﷺ کو جب دفن کیا جا رہا تھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا روتے ہوئے کہہ رہی تھیں اے انس! تمہارا کس طرح جی

① سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ذکر وفاته و دفنه رقم الحدیث (۱۶۲۸)، مسند ابی یعلیٰ (۱/ ۳۱، ۳۲)، مسند احمد رقم الحدیث (۳۸)۔